مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

حضرت زید ابو الحسن فاروقی مجددی

قادری رضوی کتب خانہ لاہور

انہ تذکرۃ ○ فمن شاء ذکرہ ○

مولانا اسمٰعیل دہلوی
اور
”تقویۃ الایمان“

تالیف

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

(فاضل جامعہ ازہر)

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆

نام کتاب •••------••• مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

مصنف •••------••• مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (فاضل جامعہ ازہر)

سائز •••------••• 23×36=16

بار •••------••• اوّل فروری ۲۰۰۵ء ۱۴۲۶ھ

صفحات •••------••• 120

تحریک •••------••• چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر •••------••• چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت •••------ Rs60 ...پے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ جمال کرم مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ اُردو بازار لاہور

☆ روحانی پبلشرز گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

اداریہ

- حضرت والد ماجد شاہ ابوالحسن زید فاروقی دَامَتْ بَرَکَاتُہُ کی یہ گرامی قدر تالیف "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" ایک تحقیقی اور علمی جائزہ ہے، جس کو "حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی" قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔
- حضرت مؤلف مدّظلہ، کا تعلق ہندوستان کی کسی جماعت سے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے، آپ مستند قدیم کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ اس رسالہ میں حضرات ناظرین اس امر کو ملاحظہ فرمائیں گے۔
- یہ ادارہ دست بہ دُعا ہے کہ حضرت مؤلف مَدّظِلہ العالی اپنی تالیف "حضرت امام اعظم ابوحنیفہ" رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِ کی تکمیل فرمائیں تاکہ اکاڈمی اس کتاب کو ہدیۂ ناظرین کرے۔

جمعہ ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ
۲۷ر جنوری ۱۹۸۴ء

(ڈاکٹر) محمد ابوالفضل فاروقی

فہرست کتاب مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ.

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

حضرت امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سَرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے گیارھویں صدی ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ "رَدِّ روافض" لکھا، ابتدا میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رنگی کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں طوطیِ ہند حضرت خواجہ امیر خسرو عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدّد نے ہندوستان میں شیعانِ علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدّد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے: ایک اَہلِ سُنّت و جماعت، دوسرے شِیْعَہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا مَیلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ "رَدّ الاشراک" ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دَور شروع ہوا، کوئی غیر مُقَلِّد ہوا، کوئی وَہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سَلَفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو مَنزِلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ

شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور اُن حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رَد کیا۔ اس رسالہ کے اواخر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ فرزندِ شاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں —

مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سؤال کے جواب میں لکھا ہے:

"اس مجلس تک سب ہمارے طَور پر تھے، پھر ان کا جھوٹ سُن کر کچے کچھ آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔"

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ "شمع توحید" کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں[1]:

"امرتسر میں مُسلم آبادی ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے، اَسّی سال قبل قریبًا سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے، اس سے اَسّی سال پہلے ۱۸۵۷ء تھا جب کہ انگریزوں نے ہندوستان پر غدّاری سے کامل تسلط حاصل کیا۔

محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ عُبُورِ دریائے شُور کی سزا، اور پھر رہائی کا حال "تاریخ عجیب" (۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے اور اس کتاب کی شہرت "کالے پانی" کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں[2]:

"میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب (۱۲۹۶ھ) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔"

---

[1] ملاحظہ کریں "دنیائے اسلام" کا صفحہ ۱۰

[2] ملاحظہ کریں رسالہ کالا پانی جو مکتوبات سیّد احمد شہید کے ساتھ چھپا ہے، ص ۳۹۲

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں۔

خواجہ خسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی۔

حضرت والد ماجد شاہ عبد اللہ ابو الخیر قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ وَ نَوَّرَ ضَرِیحَہٗ نے ہم تینوں بھائیوں سے خصوصاً اور مخلصین سے عموماً بارہا فرمایا ہے کہ سو سال کی مدت میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کا مطالعہ نہ کرو بلکہ متقدمین اور ائمۂ اعلام کی کتابیں دیکھو اور اُن کے مَسلک پر ثابت قدم رہو ــــــ نصیحت فرما کر بعض اوقات انتہائے محبت سے یہ شعر پڑھتے تھے:

نصیحت گوش کُن جاناں کہ از جاں دوستر دارند

جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

چناں چہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں نے نہ کبھی "تقویت الایمان" اٹھا کر دیکھی، نہ وہابیت، نیچریت، اہل قرآن، اہل حدیث کی کتابوں کی طرف التفات کیا۔ اکابر اور اہلِ حق کی کتابوں نے اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ یہ نسخہ تقویۃ الایمان کا جو میرے پاس ہے، میرے منجھلے بہنوئی جناب نواب زادہ لئیق احمد خان صاحب انصاری پانی پتی مہاجر لاہور غَفَرَاللہُ لَہٗ وَرَحِمَہٗ کا عنایت کردہ ہے۔ اگر یہ نسخہ نہ ہوتا، کہیں سے مستعار یہ کتاب منگوانی پڑتی، حالاں کہ اس عاجز کا مکتبہ کُتُبِ قیّمہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالا مال ہے۔[1]

اس رسالہ کی وجہِ تالیف: اتفاق کی بات ہے کہ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں مجلۂ موقّرہ "الفرقان کا شمارہ ۸ جلد ۴۸ نظر سے گزرا۔ یہ مجلہ لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ اس شمارہ کے صفحہ ۲۷ سے ۴۴ تک فاضل محمد بشیر ایم۔ اے لاہوری کا مضمون "آثارِ شاہ اسماعیل شہید"

---

[1] یہ نسخہ ۲۸ شوال ۱۲۷۰ھ میں حاجی قطب الدین کی فرمائش پر سید عنایت اللہ کے اہتمام سے مطبع صدیقی واقع شاہجہاں آباد (دہلی) میں چھپا ہے یعنی جولائی ۱۸۵۴ء کو۔ اس میں فصلوں کے نام عربی میں ہیں اور وہی ہیں جو نجدی نے اپنے رسالہ میں لکھے ہیں۔

ہے، اس مضمون نے اپنی طرف ملتفت کیا، چناں چہ دقیق نظر سے اس مضمون کا مطالعہ کیا۔ فاضل مقالہ نگار نے سترہ افراد کے سینتیس اقوال نقل کیے ہیں، زیادہ تر اقوال مولانا اسماعیل کے مکتبۂ فکر کے تربیت یافتہ گان کے ہیں۔ ایسے افراد کی مدح سرائی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مشہور قول ہے: "کس نہ گوید کہ دوغِ ما ترش است"۔ حضراتِ ثلاثہ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے شاگرد ہندوستان کے بلند مرتبہ علمار تھے۔ ان حضرات نے "تقویۃ الایمان" کی خرابیوں کا بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں رسالے لکھے ہیں —— اگر تقویۃ الایمان ایسی ہی اعلیٰ اور بلند مرتبہ کتاب ہوتی تو یہ گرامی قدر علمار بہ اتفاق کیوں اس کو بُرا کہتے۔

فاضل مقالہ نگار نے ایک ایسے جلیل القدر عالم کا قول نقل کیا ہے جس کا تعلق اسماعیلیہ مکتبۂ فکر سے نہیں ہے اور وہ فاضلِ اَجل شیخ مُحسِن بن یحییٰ صدیقی ترہٹی مصنّفِ کتاب "اَلْیَانِعُ الْجَنِیُّ فِی اَسَانِیْدِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْغَنِیِّ" ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تلخ حقائق کے متعلق "وَاُخْرٰی فِی مَرَارَةِ الْحَنْظَلِ" سے اشارہ کیا ہے۔ اُن کے علم وفضل وکمال کا اندازہ اس اشارہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ان مکروہ، ایمان سوز عبارات کا ذکر نہیں کیا اور ان کے تاثرات کا بیان کر دیا کہ دوسری کچھ باتیں ہیں جن میں اندرائن کی سی کڑواہٹ اور بدمزگی ہے۔

مقالہ نگار نے اس کے بعد صدیق حسن خاں کا قول ان کی کتاب "ابجد العلوم" سے نقل کیا ہے، چوں کہ صدیق حسن خاں کو حَلْقۂ تقلید سے آزادی "تَقْوِیَۃُ الایمان" سے ملی اور پھر یہ بے قیدی اُن کو یمن لے گئی اور وہاں قاضی شوکانی سے زَیدِیَّت کے اثرات لیے، لہٰذا ان کا مشغلہ یہی ہوا کہ وہ اکابرِ علمارِ اَہلِ سُنّت و جماعت کو اہل بدعت کا نام دیں اور ان کی تنقیص کریں، چنانچہ انھوں نے اپنے استادِ اَجل علامۂ دَہر صَدْرُ الصُّدُور مفتی صدرالدین خاں، یگانۂ روزگار علّامہ فضل حق خیرآبادی اور شاہ عبدالعزیز کے نامی گرامی شاگردِ ارشد علّامہ سلامت اللہ بدایونی وغیرہم مِنَ الْعُلَمارِ الْاَخْیَار کے ساتھ یہی کیا ہے اور پھر ۱۸۵۷ء میں علمار اخیار کے نعرۂ جہاد اور ان کے فتوے کو بے اثر کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور لکھا:[1]

[1] ملاحظہ کریں "امتیاز حق" ص ۸۳

"پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکمِ مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے، فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جائے، سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔ بھلا ان عاقبت نااندیشوں کا چاہا ہوگا یا اُس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوا۔ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہوسکتا"[1]

نہ نواب صاحب رہے، نہ ان کا تَمَنّٰی اور تَمَسُّک برٹش حکومت اور تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا ظہور ہوا۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے، نہ کوئی رہے گا

سردار دو عالم رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کو ائمہ حدیث نے روایت کرکے اُمّتِ مرحومہ کے واسطے اپنی کتابوں میں محفوظ کردیا ہے کہ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا. "آسان کرو، مشکل نہ بناؤ، بشارت دو، نفرت نہ دلاؤ" ———

کیا مکروہ تنزیہی کو مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کو حرام قطعی قرار دینا اور شرک اصغر کو جس سے بچنا کوئی اَمرِ سہل نہیں ہے۔ ذرا سی ریا اور دکھاوٹ شرکِ اصغر اور شرکِ خفی ہے، شرکِ اکبر اور شرکِ جلی قرار دینا، آسان کرنا ہے یا مشکل بنانا۔ اور جو شخص ایسا فعل کرے وہ ارشادِ نبوی پر عمل کررہا ہے یا اپنی من مانی کررہا ہے۔

علماءِ اہلِ سنّت نے ارشادِ نبوی پر عمل کیا ہے اور غلط بات پر ٹوکا ہے اور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کامل ادب اور احترام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے اور راستہ مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ کا دکھایا ہے یعنی "جو جس جماعت سے محبت رکھے وہ اُن ہی میں سے ہے۔" اللہ ہم سب کے قلوب اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت سے شاداب و سرشار رکھے۔

محمد از تو می خواہم خدا را الٰہی از تو عشقِ مصطفیٰ را

میں نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ بلا ادنیٰ تعصب اور اعتساف کے کیا اور افسوس ہوا کہ مولانا اسماعیل کیا لکھ گئے ہیں۔ چوں کہ مولانا کے تذکرہ نگار اُن کی جلالت علم پر متفق ہیں لہٰذا

---

[1] از ترجمان وہابیہ صدیق حسن خاں، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ، ص ۷

یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی تمام ہو اور نوسو۹ سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے۔ لہٰذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب کے حالات کا مطالعہ کیا اور اُن کے رسالہ" ردّالاشراک" کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے، نجدی ردّالاشراک سے لیا ہے، لہٰذا پہلے کچھ حال محمد بن عبدالوہاب کا اور ان کے رسالہ ردالاشراک کا لکھتا ہوں اور پھر مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان کے متعلق مختصر طور پر اظہار خیال کروں گا، تاکہ ناظرین کو حقیقتِ امر کا علم ہو، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ۔

تقویۃ الایمان کے رد میں علماء کرام نے بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں۔ زیادہ اہم وہ دو کتابیں ہیں جو شاہ رفیع الدین کے گرامی قدر صاحبزادوں نے لکھی ہیں، مولانا مخصوص اللہ نے "معید الایمان" اور مولانا محمد موسیٰ نے "حُجَّةُ الْعَمَلِ فِيْ اِثْبَاتِ الْحِيَلِ" تحریر فرمائی ہے، یہ دونوں کتابیں آج تک چھپی نہیں ہیں۔ ایک کتاب مولانا شاہ مخلص الرحمٰن ملقب بہ جہانگیر شاہ نے "شرح الصدور" کے نام سے فارسی میں تیرھویں صدی کے آخر میں لکھی ہے، ان کے مخلصین نے اس کے ترجمہ کا خلاصہ اردو میں شائع کیا ہے۔ کاش اصل کتاب صحیح طور پر چھپ جاتی۔ اس کتاب میں تعصب نام کو نہیں ہے اور مزلّات کی نشان دہی بہ وجہ احسن کی گئی ہے۔

اللہ کے نیک بندوں نے از روزِ اوّل اس کتاب کی قباحتوں کا اظہار کر دیا ہے۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا وَجَعَلَنَا مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

ابو الحسن زید فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰ
شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

دوشنبہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ
۱۶ جنوری ۱۹۸۴ء

محمد بن عبدالوہاب کا مختصر حال

شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن احمد بن راشد بن یزید بن محمد بن یزید بن مشرف نجدی جن کی طرف طائفہ وہابیہ کی نسبت ہے۔

ولادت : ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں نجد کے مقام عینیہ میں ہوئی۔

وفات : ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں ہوئی۔

(۱) نواب سید صدیق حسن خاں نے "ابجد العلوم" میں کچھ تفصیل سے ان کا حال لکھا ہے میں اس کا خلاصہ لکھتا ہوں[۱] لکھا ہے:

" ولادت عینیہ میں ہوئی۔ قرآن مجید پڑھا۔ اور حدیث کی سماع کی، اور اپنے والد سے جو کہ حنبلی فقیہ گھرانے میں سے تھے، پڑھا، پھر حج کیا اور مدینہ منورہ گئے وہاں شیخ عبداللہ بن ابراہیم نجدی تلمیذ ابوالمواہب بعلی دمشقی سے پڑھا، پھر اپنے والد کے ساتھ نجد آئے اور جریمل میں قیام کیا، والد کی وفات کے بعد عینیہ آگئے۔ وہاں اپنی دعوت پھیلائی، پھر کسی وجہ سے درعیہ آگئے۔ وہاں امیر محمد بن سعود آل مقرن از اولاد بنی حنیفہ (از ربیعہ) نے ان کی اطاعت کی۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۱۵۹ھ کا ہے، اس کے بعد محمد بن عبدالوہاب کی دعوت نجد میں اور جزیرۂ عرب کے مشرقی حصص میں عمان تک پھیلی۔

امام علامہ محمد بن ناصر الحازمی شاگرد شیخ الاسلام محمد بن علی شوکانی نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے کہ ان پر غالب اتباع تھا (یعنی تقلید)۔ ان کے رسائل معروف ہیں، ان میں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی، ان پر سب سے زیادہ نکیر دو باتوں کی وجہ سے کی گئی ہے:

ایک : صرف تلفیقات[۲] بلا دلیل کے اہل جہاں کو کافر قرار دینا اور اس سلسلہ میں علامہ سید داؤد بن سلیمان نے انصاف کے ساتھ ان کا رد لکھا ہے۔

---

[۱] ملاحظہ کریں ابجد العلوم کے صفحہ ۸۷۱ سے ۸۷۷ تک [۲] جھوٹی باتوں کو بنا کر بیان کرنا۔

دوم : بغیر کسی حجت اور دلیل کے معصوم خون کا بہانا اور اس کام میں ان کا توغل۔

ان دو باتوں کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر سید مذکور نے کیا ہے۔

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں کتاب السیف الهندی فی ابانة طریقة الشیخ النجدی لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز نجدی کے محلہ میں فروکش ہوئے، عبدالعزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ ان کے مددگار ہوئے۔ ان لوگوں نے درعیہ کے قرب و جوار کی بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہوگئی: قَرَّرَ لَهُمْ اَنَّ مَنْ دَعَا غَيْرَ اللهِ اَوْ تَوَسَّلَ بِنَبِيٍّ اَوْ مَلَكٍ اَوْ عَالِمٍ فَاِنَّهٗ مُشْرِكٌ شَاءَ اَوْ اَبٰى . یہ قانون نافذ کر دیا کہ جو شخص غیر اللہ کو آواز دے یا کسی نبی، یا فرشتے یا عالم کا وسیلہ لے وہ مشرک ہے، اس کا ارادہ شرک کا ہو یا نہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب کے اس قول کی وجہ سے عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے اور اسی بنا پر وہ مسلمانوں سے لڑے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے ایک رسالہ پر بھی مطلع ہوا ہوں۔ اور جب مولی علامہ سید محمد بن اسماعیل الامیر کو نجدی کی خوش کن باتیں پہنچیں، انھوں نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ کہا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

سَلَامٌ عَلٰى نَجْدٍ وَ مَنْ حَلَّ فِيْ نَجْدٍ ۔۔۔ وَاِنْ كَانَ تَسْلِيْمِيْ عَلَى الْبُعْدِ لَا يُجْدِيْ

"میرا اسلام نجد پر اور نجد میں فروکش ہونے والے پر ہو، اگرچہ دُور سے میرا اسلام کرنا سود مند نہیں۔"

اور جب یمن پہنچنے والے بعض افراد سے حقیقتِ حال کا علم ان کو ہوا، وہ سمجھ گئے کہ یہ تحریک فَساد سے خالی نہیں ہے اور انھوں نے دوسرا قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

رَجَعْتُ عَنِ الْقَوْلِ الَّذِيْ قُلْتُ فِي النَّجْدِ ۔۔۔ فَقَدْ صَحَّ لِيْ عَنْهُ خِلَافَ الَّذِيْ عِنْدِيْ

"میں اپنے اس قول سے باز آیا جو میں نے نجد کے متعلق کہا تھا، کیوں کہ جو کچھ میں سمجھا تھا اس کا خلاف صحت کے ساتھ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے۔

اور علامہ وَجیہ الاسلام عبدالقادر بن احمد بن الناصر نے لکھا ہے اور آپ کی تحریر سے میں نقل کرتا ہوں کہ ۱۱۷۰ھ میں ہمارے پاس شیخ فاضل مرْبَد بن احمد بن عمر التمیمی، النجدی الجریملی آئے (جریمل سُدُوس کے قریب بلادِ یمامہ کے شروع میں جانبِ غرب واقع ہے)۔ اُن کی

ایک مسئلہ میں تحقیق کرنے کے لئے آمد ہوئی تھی، اور مسئلہ یہ تھا کہ اولیاء اللہ کو پکارنے والے کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب سے ان کا مباحثہ ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب کا قول تھا کہ جو شخص اولیاء کو پکارے وہ کافر ہے اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

شیخ مِرْبَدْ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا تھا۔ اور جب انھوں نے ہمارے شیخ علامہ محمد بن اسماعیل الامیر کا پہلا مدحیہ قصیدہ سنا تو اس کے جواب میں ایک چھوٹا قصیدہ کہا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مذہب کی تحقیق میں اس وقت کے دو اماموں کا یہ بیان ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ یُوْلَدَ اَکْثَرُ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ الَّتِیْ نَحْنُ فِیْهَا، اِنْتَهٰی یعنی ہمارے دَور کے اکثر افراد کی پیدائش سے پہلے کا بیان ہے۔

علامہ بدر الملۃ سید محمد[1] بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے جوابی قصیدہ کی شرح لکھی ہے، اس کا نام "مَحْوُ الْحَوْبَةِ فِیْ شَرْحِ اَبْیَاتِ التَّوْبَةِ" رکھا ہے ("ابیاتِ توبہ کی تشریح کر کے گناہ کا مٹانا") وہ اس شرح میں لکھتے ہیں:

مدحیہ قصیدہ کے نجد پہنچ جانے کے کئی سال بعد صفر ۱۱۷۰ھ کو ایک عالم میرے پاس آئے، ان کا نام شیخ مِرْبَد تمیمی ہے، اور وہ بیس شوال ۱۱۷۰ھ کو مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن چلے گئے، وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان سے مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مدحیہ قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کو مل گیا ہے، شیخ مربد کی آمد سے پہلے میرے پاس شیخ فاضل عبدالرحمٰن نجدی آئے تھے، ان کی آمد بھی میرے قصیدہ کے پہنچ جانے کے بعد ہوئی تھی، انھوں نے محمد بن عبدالوہاب کے ایسے احوال سنائے جن کو ہم برا جانتے ہیں، جیسے سَفْکِ دَمْ (خون کا بہانا)، اموال کا لوٹنا، نفوس کے قتل کرنے میں ان کی پیش رفت، چاہے مکر و فریب ہی سے کیوں نہ کسی کو قتل کیا جائے، امتِ محمدیہ کو چاہے وہ کسی ملک میں ہو کافر قرار دینا۔ شیخ عبدالرحمٰن کے اس بیان کے قبول کرنے میں ہم کو کچھ تردد رہا تا آں کہ ہمارے پاس شیخ مربد آئے جو کہ اچھی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور ہمارے پاس محمد بن عبدالوہاب کے بعض رسالے بھی پہنچے، ان رسالوں میں اہلِ ایمان کو کافر قرار دینے اور ان کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کا بیان ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے

[1] آپ کی وفات ۱۱۸۲ھ میں ہوئی ہے۔ ابجد العلوم، ص ۸۷۰

رسالوں کو پڑھ کر اور ان کے احوال سُن کر ہم کو یقین ہوگیا کہ اس شخص کو شریعت کے صرف ایک حصہ کا علم ہے اور وہ بھی دقیق نظر سے نہیں دیکھا ہے اور نہ کسی باکمال سے پڑھا ہے کہ وہ اس کو صحیح راستہ پر لگاتا اور مفید علوم سے آگاہ کرتا، اور تفقہ اور دقیق سنجی کی راہ پر لگاتا۔

محمد بن عبدالوہاب نے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزیہ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کیا ہے اور صحیح طور پر سمجھے بغیر ان دونوں کی تقلید کی ہے حالاں کہ یہ دونوں تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

جب ہم پر محمد بن عبدالوہاب کا حال صحیح طور پر واضح ہوگیا اور ہم نے ان کے رسائل پڑھے، ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے قصیدہ کی وجہ سے ان کی شان بڑھی ہے، وہ قصیدہ ہر جگہ اور ہر ملک پہنچا ہے۔ مکہ مکرمہ، بصرہ وغیرہ سے اس کے رد آئے، اور میں نے دیکھا کہ وہ انصاف سے خالی تھے اور پھر شیخ مربد نے مجھ سے مؤاخذ کیا اور ہم کو خیال ہوا کہ کہیں محمد بن عبدالوہاب کے کرتوتوں کی باز پرس ہم سے نہ ہو، لہٰذا ہم نے دوسرا قصیدہ لکھا اور اس کی شرح میں ابن قیم اور ان کے استاد ابن تیمیہ کے اقوال بہ کثرت نقل کئے کیوں کہ یہ دونوں حنبلی تھے۔ انتہیٰ۔

اور سیّد محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین نے "دُرّ مختار" کی شرح "رَدُّ الْمُحْتَار" مطبوعہ ۱۲۴۹ھ کی تیسری جلد، باب البغات، ص ۳۹ میں لکھا ہے:

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیش آیا ہے کہ نجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حَرَمَیْن پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، بنا بریں انھوں نے اہل سنّت کو اور ان کے علمار کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔ تاآں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت اور طاقت توڑی، ۱۲۳۳ھ میں مسلمان افواج کو ان پر فتح دی اور ان کا وطن برباد کیا، اھ۔

محمد بن عبدالوہاب کی تالیفات:

۱. کِتَابُ التَّبْدِیَةِ فِیْ مَعْرِفَةِ الدِّیْنِ الَّذِیْ مَعْرِفَتُهٗ وَالْعَمَلُ بِهٖ سَبَبٌ لِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ وَالْجَهْلُ بِهٖ وَاِضَاعَتُهٗ سَبَبٌ لِدُخُوْلِ النَّارِ.

۲. کِتَابُ التَّوْحِیْدِ الْمُشْتَمِلِ عَلٰی مَسَائِلَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ. اَوَّلُهٗ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: مَاخَلَقْتُ

الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ، وَلَيْسَ لِهٰذَا الْكِتَابِ دِيْبَاجَةٌ، ذُكِرَ فِيْهِ الْاٰيَاتُ وَالْاَحَادِيْثُ ثُمَّ يَقُوْلُ فِيْهِ مَسَائِلَ.

۳. كِتَابٌ فِيْ مَسَائِلَ خَالَفَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ مُخْتَصَرٌ فِيْ نَحْوِ كُرَّاسَةٍ.

۴. كِتَابُ كَشْفِ الشُّبُهَاتِ فِيْ بَيَانِ التَّوْحِيْدِ وَمَا يُخَالِفُهُ وَالرَّدِّ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ

۵. رِسَالَةُ اَرْبَعَةِ قَوَاعِدَ مِنْ قَوَاعِدِ الدِّيْنِ فِيْ نَحْوِ وَرَقَةٍ.

۶. كِتَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ.

۷. كِتَابٌ فِيْ تَفْسِيْرِ شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

۸. كِتَابُ تَفْسِيْرِ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ.

۹. رِسَالَةٌ فِيْ مَعْرِفَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ وَدِيْنَهُ وَنَبِيَّهُ.

۱۰. رِسَالَةٌ فِيْ بَيَانِ التَّوْحِيْدِ فِي الصَّلَاةِ.

۱۱. رِسَالَةٌ فِيْ مَعْنَى الْكَلِمَةِ الطَّيِّبَةِ.

۱۲. رِسَالَةٌ فِيْ تَحْرِيْمِ التَّقْلِيْدِ.

یہ ہیں ان کی وہ تالیفات جن کو اس وقت تک میں دیکھ سکا ہوں، وَفِيْهَا مَا يُقْبَلُ وَيُرَدُّ. "ان میں قبول کرنے کے لائق بھی ہیں اور رد کرنے کے لائق بھی۔"

محرم ۱۸ ۱۲ھ میں وہابیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اس وقت عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے ایک رسالہ[1] مکہ مکرمہ میں تقسیم کیا، اس رسالہ میں بہت کچھ اُن باتوں کا انکار ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور وہ کتب صحاح کے مخالف ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں، ایک جماعت کے نزدیک ان کی ہر بات، ہر فعل، ہر تحریر اور ان کی طرف منسوب ہر شے اچھی ہے، اور ایک جماعت بالکل اس کے خلاف ہے اور ان کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب کی ہر بات، ہر فعل، ہر کام بُرا ہے اور

---

[1] یہ رسالہ ۲۰ محرم ۱۲۱۸ھ کا مکہ مکرمہ میں لکھا ہوا میرے پاس چھوٹی تقطیع میں موجود ہے، عبداللہ نے لکھوایا ہے۔ اس کے ۳۶ صفحات ہیں، کسی صفحہ میں نو سطریں ہیں، کسی میں زیادہ پندرہ سطروں تک بھی ہے۔

ایک جماعت انصاف کے راستہ پر ہے اور اچھے کو اچھا، بُرے کو بُرا کہتی ہے، یہ صحیح مسلک پر ہے۔

تمام ہوا "ابجد العلوم" کی عبارت کا خلاصہ۔

نواب صدیق حسن خاں نے محمد بن عبدالوہاب کے بارہ رسالوں کا اور عبد اللہ پسر محمد بن عبدالوہاب کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک اہم رسالہ کا ذکر کرنا ان سے رہ گیا ہے۔

ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں نجدیوں نے اچانک طائف پر حملہ کیا، خلق خدا کو قتل کیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسجد گرائی اور پھر محمد بن عبدالوہاب کا ایک مختصر رسالہ مکہ مکرمہ ارسال کیا۔ یہ رسالہ جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو چاشت کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا، اسی وقت مکہ مکرمہ کے مُدیر نے (ترکی فوجی افسر ہوا کرتا تھا) مکہ مکرمہ میں موجود تمام علماء کرام کو حرم شریف میں جمع کیا۔ اور احمد بن یونس الباعلوی کو مقرر کیا کہ علماء کرام کا جواب تحریر کریں، چنانچہ بیت اللہ شریف کے مبارک دروازہ کے سامنے اجتماع ہوا۔ اور نجدی رسالہ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا اور پھر اس کا جواب لکھوایا جاتا تھا۔ عصر کی اذان تک اس سے فارغ ہوئے، زیادہ تر جوابات شیخ عمر عبد الرسول اور عقیل بن یحییٰ علوی نے لکھوائے ہیں اور کچھ جوابات شیخ عبدالملک اور حسین مغربی کے ہیں، اس وقت طائف کے بعض مظلومین بھی پہنچ گئے۔ لکھا ہے:

اِجْتَمَعَ الْعُلَمَاءُ حَوْلَ الْمِنْبَرِ وَصَعِدَ الْخَطِيْبُ اَبُوْحَامِدٍ عَلَيْهِ وَقَرَءَ عَلَيْهِمُ الصَّحِيْفَةَ الْمَلْعُوْنَةَ النَّجْدِيَّةَ وَمَانَقَشْتُ (احمد کاتب لکھ رہے ہیں) مِنْ اَلْفَاظِ الْعُلَمَاءِ فِيْ رَدِّهَا وَقَالَ اَيُّهَا الْعُلَمَاءُ وَالْقُضَاةُ وَالْمَفَاتِيْ، سَمِعْتُمْ مَقَالَهُمْ وَعَلِمْتُمْ عَقَائِدَهُمْ فَمَا تَقُوْلُوْنَ فِيْهِمْ فَاَجْمَعَ كَافَّةُ الْعُلَمَاءِ وَالْقُضَاةِ وَالْمَفَاتِيْ عَلَى الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ وَسَائِرِ بِلَادِ الْاِسْلَامِ الَّذِيْنَ جَاءُوْا لِلْحَجِّ وَكَانُوْا جَالِسِيْنَ وَمُنْتَظِرِيْنَ لِدُخُوْلِ الْبَيْتِ عَاشِرَ الْمُحَرَّمِ. وَحَكَمُوْا بِكُفْرِهِمْ وَبِاَنَّهُ يَجِبُ عَلٰى اَمِيْرِ مَكَّةَ الْخُرُوْجُ لَدَيْهِمْ مِنَ الْحَرَمِ وَيَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مُعَاوَنَتُهُ وَمُشَارَكَتُهُ فَمَنْ تَخَلَّفَ بِلَا عُذْرٍ يَكُوْنُ اٰثِمًا وَمَنْ قَاتَلَهُمْ يَصِيْرُ مُجَاهِدًا وَمَنْ قُتِلَ مِنْ اَيْدِيْهِمْ يَكُوْنُ شَهِيْدًا فَانْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ بِلَا خِلَافٍ عَلٰى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ وَكُتِبَ الْفَتْوٰى وَذَهَبُوْا بِهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ اِلَى الشَّرِيْفِ اَمِيْرِ مَكَّةَ الْمُعَظَّمَةِ وَاتَّفَقَ كُلٌّ مَنْ بِمَكَّةَ عَلٰى قِتَالِهِمْ وَاتِّبَاعِ اَمِيْرِ مَكَّةَ فِي الْجِهَادِ عَلَيْهِمْ وَالْخُرُوْجِ بُكْرَةً مِنْ حَدِّ الْحَرَمِ اِلٰى جِهَتِهِمْ وَاشْتَغَلَ كُلٌّ فِيْ اِسْتِعْدَادِهٖ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا

عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

محمد بن عبدالوہاب کا یہ مختصر رسالہ ۱۲۲۱ھ میں تمام ممالک اسلامیہ میں پہنچ گیا ہے، چنانچہ ہندوستان بھی پہنچا اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی حیات میں دہلی پہنچا اور مولانا اسمٰعیل نے جزوی رد و بدل کے ساتھ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مشہور کیا۔

(۲) علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی. برادر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے بھائی کے مسلک کے رد میں "اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَهَابِيَّةِ" علمی رسالہ، ان کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا ہے یعنی ۱۱۶۷ھ کو۔ علامہ سلیمان نے ابتدائے اَمر میں اپنے بھائی کو بہت سمجھایا اور جب نجد کے امیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور خونِ مُسلِم کی کوئی قدر نہ رہی اور علامہ سلیمان کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا، وہ حرمین محترمین چلے گئے اور وہاں سے یہ یادگار علمی رسالہ لکھ کر اپنے بھائی کو ارسال کیا۔ یہ رسالہ آیات مبارکہ، احادیث طیّبہ اور علمائے کرام کے اقوال سے مالامال ہے، از وَجہِ اختصار بعض فوائد کا آزاد ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں چھپا تھا، پھر ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں مکتبۂ ایشق نے استانبول میں طبع کیا ہے۔ یہی طباعت پیش نظر ہے اور اسی کے صفحہ کا نمبر ہر فائدہ کے بیان کرنے سے قبل لکھتا ہوں تاکہ تحقیق کرنے والوں کو مراجعت میں سہولت رہے۔

آگاہی: علامہ سلیمان نے اپنے رسالہ میں از اوّل تا آخر جمع کے صیغہ سے اپنے بھائی کو خطاب کیا ہے۔ اردو میں اس کیفیت کی تعبیر "آپ" سے کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں:

ص۴ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اسلام کی اساس پانچ چیزوں پر ہے: شہادت اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور نماز قائم کرنی، زکات ادا کرنی، رمضان کے روزے رکھنے، اور بیت اللہ کا حج اگر قدرت اور سبیل ہو۔

ص۵ لیکن آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج اور زکات کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلقِ خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم شرک کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ

لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ، الآیۃ۔ "شرک کرنے والوں کو اللہ نہیں بخشتا"۔ (شیخ سلیمان نے اس مفہوم کی اور آیتیں بھی لکھی ہیں اور پھر لکھا ہے) یہ مبارک آیتیں برحق ہیں اور اہلِ علم نے جو مطلب ان کا بیان کیا ہے وہی درست ہے۔ وہ کہتے ہیں: غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنانا شرک ہے۔ مشرکین کہتے ہیں: هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا۔ "یہ ہمارے شریک ہیں"۔ اور جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ اس کو بڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ نے بیان کیا ہے: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ۔

جو تفاصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مُشرک، اُس کام کا کرنے والا مُشرک۔ آپ نے یہ تفاصیل کہاں سے لی ہیں؟ کیا ائمۂ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟ اگر کہی ہے اس کا نام ہم کو بتائیں تاکہ ہم آپ کی پیروی کریں۔

صٰ ہر مذہب کے اہل علم نے ایسے اقوال اور افعال کا بیان کیا ہے جن کے کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے، لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ جو شخص غیر اللہ کی نذر مانے وہ مشرک ہوا یا غیر اللہ سے مانگنے والا مرتد ہوا یا غیر اللہ کے لئے ذبیحہ کرنے والا کافر ہے یا قبر کا مسح کرنے والا یا قبر کی مٹی اٹھانے والا اسلام سے خارج ہوا۔ اگر کسی نے ان اعمال کے کرنے والے کو کافر یا مشرک یا مرتد قرار دیا ہے تو آپ ہم کو بتائیں، علم کو چھپانا جائز نہیں۔

صٰا اہل علم نے "کتاب الجنائز" میں دفن کرنے اور زیارتِ میّت کے بیان میں قبر کو مسح کرنے، قبر کی مٹی لینے، قبر کا طواف وغیرہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے مکروہ لکھا ہے اور کسی نے حرام۔ لیکن کسی نے بھی ان اُمور کے کرنے والے کو نہ مرتد کہا ہے اور نہ کافر اور نہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص ان امور کے کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ آپ "کتاب الفروع" اور "الاِقناع" یا کسی دوسری کتاب کا مطالعہ کریں۔ (الفروع، الاقناع حنبلی فقہ کی کتابیں ہیں)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اور ابن قیم نے اہل سنّت کے متفق علیہ اصول کا بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک اصل یہ ہے: اگر اس اُمّت کا کوئی جاہل یا خطا کار اپنی جہالت یا خطا کی وجہ سے کفر یا شرک کا کوئی کام کرے وہ کافر یا مشرک نہیں ہوگا۔

صاا ان مسلمہ اور متفقہ اصول میں سے ایک اصل یہ ہے کہ مسلمان میں دو مُخالف مادّے

جمع ہو سکتے ہیں، جیسے کفر و اسلام یا کفر و نفاق یا شرک اور ایمان۔

ص ۲۸ ابن قیمؒ نے "مَنَازِلُ السَّائِرِیْن" کی شرح میں لکھا ہے:

اہل سنّت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور اس کی عداوت کا اجتماع مختلف وجوہات کی بنا پر کسی شخص میں ہو سکتا ہے، وہ ایک وجہ سے اللہ کا محبوب ہوگا اور دوسری وجہ سے مبغوض بلکہ ایک ہی گھڑی میں ایمان اور نفاق، یا ایمان اور کفر کا حامل ہو سکتا ہے اور وہ ان دو مختلف کیفیات میں سے کسی ایک کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ." (آل عمران، آیت ۱۶۶) وہ لوگ اس دن کفر کی طرف نزدیک ہیں ایمان سے، اور اللہ کا ارشاد ہے: "وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ." (یوسف، آیت ۱۰۶) اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ (یعنی ایمان نہیں لاتے) مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ایمان کے ساتھ شرک کی مُقارَنت اور ملاوٹ ہو سکتی ہے، اب دیکھنا شرک کو ہے کہ وہ کس قسم کا شرک ہے۔ اگر اس شرک سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہوتی ہے تو ایمان مفید نہیں ہے، اور اگر انبیاء کی تکذیب نہیں ہوتی بلکہ اس شرک کرنے والے کا انبیاء کی تصدیق اور آخرت پر یقین ہے اور وہ دوسرے قسم کے شرک میں مبتلا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، دوزخ میں جائے گا اور پھر اس میں سے نکالا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ. (مائدہ، آیت ۴۴) "اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اُتارے پر سو وہی لوگ ہیں منکر۔" کے بیان میں فرمایا ہے، یہ کفر اس طرح کا کفر نہیں جو ملّتِ اسلامیہ سے خارج کر دے۔

ص ۱۱ اہل سنّت کا یہی مَسلک ہے، سب سے پہلے خوارج نے اختلاف کیا اور اس کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا، خوارج نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور اُن کے طرفداروں کو کافر قرار دیا، لیکن حضرت علی نے خوارج کو کافر قرار نہیں دیا۔

ص ۱۵ خوارج کے بعد قَدَرِیّہ کا ظہور ہوا۔

ص ۱۶ پھر مُعتَزِلَہ کا ظہور ہوا۔

ص۱۷ پھر جَہمیہ کا ظہور ہوا۔

ص۲۱ فِرَقِ باطلہ کے متعلق علماء اعلام نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں :

۱. "بڑے کفر اور شرک والے ہیں۔"

۲. "بعض کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لائے ہیں اور بعض کی تکفیر کی ہے۔"

۳. "یہ لوگ مشرکین اور صابئین کے فروع ہیں۔"

۴. "ان لوگوں نے تمام انبیاء کی مخالفت کی ہے۔"

۵. "انھوں نے حق سے عناد برتا ہے۔"

باوجود اس کے اِنَّ الْأِمَامَ اَحْمَدَ لَا یُکَفِّرُ ھُمْ وَلَا اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ، "نہ امام احمد ان کو کافر قرار دیتے ہیں اور نہ سلف میں سے کوئی بھی۔"

خدا را آپ خیال کریں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اَیْ قَوْلِکُمْ فِیْمَنْ خَالَفَکُمْ فَھُوَ کَافِرٌ وَ مَنْ لَمْ یُکَفِّرْہُ فَھُوَ کَافِرٌ. "یہ آپ کا کیسا قول ہے کہ جو آپ سے خلاف کرے وہ کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔" آپ اس غلط بات کو چھوڑیں، سلفِ صالح کے طریقہ کو اپنائیں، اہل بدعت کی روش کو چھوڑیں۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا ہے :

"بُری بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے کہ مسلمانوں کے طوائف میں سے کسی طائفہ کو کافر قرار دیا جائے اور اُن کی جان اور مال کو حلال سمجھا جائے۔"

ص۳۵ آپ اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو غیر اللہ کی نذر مانے یا غیر اللہ کو پکارے، آپ کی تکفیر صحیح نہیں، کیوں کہ صحیح حدیث ہے "تُدْرَءُ الْحُدُوْدُ بِالشُّبُھَاتِ" شبہات کی بنا پر حدود کو دفع کیا جائے۔ یہاں صرف شبہہ ہی نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کو پکارنے اور اُن سے مدد طلب کرنے کی روایات موجود ہیں۔ حاکم نے اپنی صحیح میں اور اَبُو عَوَانہ اور بَزّار نے صحیح سند سے اور ابنِ سُنّی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ یَا عِبَادَ اللہِ اِحْبِسُوْا یَا عِبَادَ اللہِ اِحْبِسُوْا یَا عِبَادَ اللہِ اِحْبِسُوْا. ثَلَاثًا. فَاِنَّ لِلّٰہِ حَاضِرًا سَیَحْبِسُہٗ. "اگر تم میں سے کسی کا جانور صحرا میں چھوٹ جائے تو وہ بلند آواز سے کہے : اے اللہ کے بندو روکو، اے اللہ کے بندو روکو،

اے اللہ کے بندو روکو۔ تین بار۔ اللہ کی طرف سے حاضرین ہیں وہ اس کو روکیں گے۔" اور طبرانی نے روایت کی ہے: اِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ "اگر معاونت کا طلبگار ہو کہے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔"

ائمہ نے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے اور اس کو نقل کر کے اس کی اشاعت کی ہے اور اُمّت کے واسطے محفوظ کیا ہے۔ ائمہ نے اس حدیث مبارک کا انکار نہیں کیا ہے، امام نووی نے اَذْکَار[1] میں، ابن قیم نے اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ میں، اور ابن مُفلح نے آداب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن مُفلح (حنبلی) نے اس مبارک اثر کو بیان کر کے عبداللہ پسر امام احمد حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے: میں نے پانچ حج کیے، ایک مرتبہ راستہ بھٹک گیا۔ میں پیادہ تھا۔ میں نے کہنا شروع کیا: یَا عِبَادَ اللّٰہِ دُلُّوْنَا عَلَی الطَّرِیْقِ۔ "اے اللہ کے بندو ہم کو راستہ بتاؤ۔" میں اس کی تکرار کرتا رہا تاآں کہ میں راستہ پر آ گیا۔ اھ۔

ص ۳۵ غائب سے اور میت سے طلب کرنے والے کو آپ نے کافر قرار دیا ہے بلکہ آپ کے نزدیک اُن مشرکین سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، ان لوگوں کا شرک بڑھا ہوا ہے جو خشکی میں اور سمندر میں غیر اللہ سے طلب کرتے ہیں، آپ کا استدلال وہ مفہوم ہے جو آپ سمجھے ہیں حالانکہ اس مفہوم پر نہ خود آپ کو اعتماد کرنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کو، کیوں کہ جلیل القدر علماء نے ان روایات پر عمل کیا ہے، اور اُن کا عمل آپ کے واسطے شُبہہ

---

[1] امام نووی نے "کتاب الاذکار" کے صفحہ ایک سو میں اپنے مشائخ میں سے ایک بڑے عالم کا اور پھر خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ اس مبارک دعاء کے پڑھنے سے جانور رُک گیا۔ امام محمد بن محمد بن محمد الجزری نے "الحصن الحصین" میں ان روایتوں کو لکھا ہے۔ نواب قطب الدین خاں نے "ظفر الجلیل" میں ترجمہ کے بعد کچھ فوائد بھی لکھے ہیں۔ عِبَادَ اللّٰہِ کے بیان میں لکھا ہے: ف مراد بندگان خدا سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنّات، اور طبرانی کی روایت کے بعد لکھا ہے: ف یہ قول راوی کا ہے۔ میرک شاہ نے بعض ثقہ علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حَسَن ہے اور تمام مسافر اس کی طرف محتاج ہیں اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرّب ہے اس کام میں (جانور کے بھاگنے میں) اور ہو سکتا ہے کہ مقصود پر فتحیاب ہونا بھی ہو (ظفر الجلیل، مطبوعہ ۱۲۵۴ھ) افسوس صد افسوس مدّعیان سنّت نے ظفر الجلیل کی عبارت میں تحریف کر دی ہے۔ پہلا کام یہ کیا ہے کہ حدیث کو حَسَن کی جگہ ضعیف لکھ دیا ہے اور دوسرا کام یہ کیا ہے کہ "مراد بندگان خدا سے" ابدال اور مسلمان جنّات کو حذف کر دیا ہے، یَا لَضَیْعَۃِ الْعِلْمِ وَذَھَابِ الْعُلَمَاءِ۔ دوسرے کی کتاب میں ایسا تصرف فعل حرام ہے۔

بن رہا ہے، آپ اس کو شبہ کیوں نہیں قرار دیتے۔ "مختصر کتاب الروضہ" میں ہے:

جو شخص شہادتین کا قائل ہے اور وہ کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی دلیل کوئی تاویل ہے لیکن تاویل کو صحیح طور پر سمجھا نہیں ہے، ایسے شخص کو علی الاطلاق کافر نہیں کہا جائے گا۔ ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

ص ۴۰ آپ کے مذہب کا بطلان اس صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت بخاری نے معاویہ بن ابی سفیان سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے، میں تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہی ہے، اس اُمت کی حالت سیدھی رہے گی جب تک قیامت برپا ہو۔ یا۔ جب تک اللہ کا حکم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خبر دیتے ہیں کہ اس اُمت کی حالت قیامت برپا ہونے تک ٹھیک رہے گی اور آپ ان امور کی وجہ سے جو کہ قدیم الایّام سے ان میں رائج ہیں۔ ان سب کو کافر و مشرک قرار دے رہے ہیں۔

ص ۳۸ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ حَدَثَتْ مِنْ قَبْلِ زَمَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ، یہ امور حضرت امام احمد کے زمانے سے پہلے سے رائج ہیں، اگر ان امور کا ارتکاب بڑی مورتیوں کی پوجا ہوتی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کی حالت مستقیم کیسے ہوتی، یہ امت بڑی مورتیوں کی پجاری ہوتی۔

ص ۴۳ آپ کے مذہب کا باطل ہونا اس صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت بخاری، مسلم نے ابوہریرہ سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَاسُ الْکُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، "کفر کا سر مشرق کی طرف ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے: ایمان یمانی ہے اور اُدھر سے فتنہ ہے جہاں سے یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔ "شیطانی طاقت اُبھرے گی" اور بخاری مسلم میں ابن عمر سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ مشرق کی طرف تھا، آپ نے فرمایا: اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا "فتنہ ادھر ہے"۔ اور بخاری نے ابن عمر سے مَرْفُوعًا روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَیَمَنِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَیَمَنِنَا، قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا، قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَیَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ الثَّالِثَةَ ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَمِنْھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ[1] وَلِاَحْمَدَ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَفِیْ صَاعِنَا[2] وَفِیْ مُدِّنَا وَیَمَنِنَا وَشَامِنَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ فَقَالَ ھَاھُنَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ وَقَالَ مِنْ ھَاھُنَا الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ .

" اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے، اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں، آپ نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطانی قوت اُبھرے گی۔ اور امام احمد نے ابن عمر کی حدیث مرفوعًا روایت کی ہے: اے اللہ ہمارے مدینہ میں، ہمارے صاع میں، ہمارے مُدّ میں، ہمارے یمن میں اور ہمارے شام میں برکت دے۔ پھر آپ نے اپنا روئے اَنوَر سورج نکلنے کی طرف کیا اور فرمایا: ادھر سے شیطانی قوّت ابھرے گی اور فرمایا: یہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔"

میں کہتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے ہیں، اللہ کی رحمتیں اور اس کا سلام اور اس کی برکتیں آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر نازل ہوں، یقیناً آپ نے امانت اَدا کی اور پیام پہنچایا۔ شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) نے کہا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آفتاب نکلنے کی طرف مشرق (کا علاقہ) ہے اور وہاں سے مسیلمۃ الکذاب نکلا تھا جس نے نُبوّت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ پہلا حادثہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رُونما ہوا تھا اور خلائق نے اس کی پیروی کی اور آپ کے خلیفہ الصدیق

---

[1] قَرْنُ الشَّیْطَانِ وَکَذَا قَرْنَاہٗ، گروہِ او و پیروانِ رائے او، یا توانائی و انتشار و پراگندگی و چیرگی و غلبۂ او، (منتہی الأرب، ج ۳، ص ۴۸۴، ک ۲)

[2] "صاع" اور "مُد" غلّہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔ صاع میں تقریباً انگریزی تین سیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مُد صاع کا چوتھائی ہے۔ عراقی اور حجازی مُد اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ (از بیان اللسان)

نے اُن سے قتال کیا۔ انتہی۔ اس حدیث سے استدلال کے کئی وجوہ ہیں میں بعض کا ذکر کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور یہ بات بار بار فرمائی۔

آپ نے حجاز اور اہل حجاز کے لئے بار بار دعاء فرمائی اور آپ نے اہل مشرق کے لئے انکار فرمایا کیوں کہ وہاں فتنے ہیں خاص کر نجد میں۔

پہلا فتنہ جو کہ آپ کے بعد پیدا ہوا وہ ہمارے اسی علاقہ میں ہوا ہے۔

ص۴۴ جن امور کی وجہ سے آپ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ان امور کے مرتکب کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ امور مکہ، مدینہ اور یمن میں سالہا سال سے بھرے پڑے ہیں بلکہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں یہ امور اس کثرت سے کہیں نہیں جتنا یمن اور حرمین میں ہیں۔

اب آپ کہتے ہیں کہ آپ کے مذہب کی پیروی سب پر واجب ہے اور جو شخص اپنے وطن میں آپ کے مذہب پر عمل نہ کر سکے اس پر واجب ہے کہ ہجرت کر کے آپ کے وطن کو آئے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کی جماعت طائفہ منصورہ ہے۔ اور یہ بات حدیث کے خلاف ہے۔

فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَہُ اللّٰہُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ عَلٰی اُمَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَ بِمَا یَجْرِیْ عَلَیْھِمْ وَمِنْھُمْ فَلَوْ عَلِمَ اَنَّ بِلَادَ الْمَشْرِقِ خُصُوْصًا نَجْدَ بِلَادَ مُسَیْلَمَۃَ، اَنَّھَا تَصِیْرُ دَارَ الْاِیْمَانِ وَاَنَّ الطَّائِفَۃَ الْمَنْصُوْرَۃَ تَکُوْنُ بِھَا وَاَنَّھَا بِلَادٌ یَظْھَرُ فِیْھَا الْاِیْمَانُ وَیَخْفٰی فِیْ غَیْرِھَا وَاَنَّ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ وَالْیَمَنَ تَکُوْنُ بِلَادَ کُفْرٍ تُعْبَدُ فِیْھَا الْاَوْثَانُ وَتَجِبُ الْھِجْرَۃُ مِنْھَا، لَاَخْبَرَ بِذٰلِکَ وَلَدَعٰی لِاَھْلِ الْمَشْرِقِ خُصُوْصًا نَجْدَ وَلَدَعٰی عَلَی الْحَرَمَیْنِ وَالْیَمَنِ وَ اَخْبَرَ اَنَّھُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ وَتَبَرَّأَ مِنْھُمْ. اِذْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا ضِدَّ ذٰلِکَ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمَّ الْمَشْرِقَ وَخَصَّ نَجْدَ بِاَنَّ مِنْھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ وَاَنَّ مِنْھَا وَفِیْھَا الْفِتَنُ وَامْتَنَعَ مِنَ الدُّعَاءِ لَھَا وَ ھٰذَا خِلَافُ زَعْمِکُمْ. الخ.

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے متعلق قیامت تک کے تمام واقعات بتا دئے ہیں اور آپ نے امت کو پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر دیا ہے، اگر سردار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوتا کہ مشرقی علاقہ اور خصوصیت کے ساتھ نجد کا علاقہ اسلامی وطن اور ایمان کا گڑھ بننے والا ہے اور وہی جماعت "طائفۂ منصورہ" ہوگی جو وہاں رہتی ہوگی، اس ملک میں ایمان کا ظہور ہوگا اور اس کے علاوہ ہر جگہ ایمان چھپ جائے گا۔ حرمین شریفین اور یمن دارِ کفر ہو جائیں گے، وہاں مورتیوں کی پوجا ہوگی، وہاں سے ہجرت کرنی واجب ہوگی، یقیناً آنحضرت امت کو بتاتے اور آپ اہلِ مشرق اور خاص کر نجد کے واسطے دعاء کرتے اور حرمین اور یمن کے لئے بد دُعاء کرتے اور فرماتے یہ بت پرست ہیں اور آپ اُن سے اپنی برارت اور بیزاری کا اظہار فرماتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے عام طور سے مشرقی علاقہ کو اور خاص طور سے نجد کو قَرنِ شیطان کے نکلنے کا مقام اور جاے فِتَن قرار دیا ہے اور وہاں کے لئے دعاء کرنے سے آپ باز رہے اور یہ آپ کے زعم و پندار کے خلاف ہے"

آپ کے مذہب کا باطل ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی روایت بخاری اور مسلم نے عقبۃ بن عامر سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاے منبر گئے اور فرمایا: تمہارے متعلق مجھ کو اس کا کھٹکا نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کروگے۔ بلکہ کھٹکا اس کا ہے کہ دُنیا کے واسطے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کروگے اور ہلاک ہوگے جس طرح تم سے اگلے ہلاک ہو چکے ہیں۔

ص ۴۵ اور آپ کے مذہب کا اِبطال اس حدیث سے ہو رہا ہے جس کی روایت مسلم نے جابر بن عبداللہ سے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان نا امّید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں البتہ وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔

حاکم، ابویعلی اور بیہقی کی روایت ابن مسعود سے ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان نا امّید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں بُتوں کی عبادت ہو اور وہ ان لوگوں سے اس سے کمتر پر راضی ہو گیا ہے جو محقّرات ہیں (جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے) اور وہ موبقات ہیں (مہلکات ہیں)۔

امام احمد، حاکم اور ابن ماجہ کی روایت شدّاد بن اوس سے ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیْ الشِّرْکَ۔ "میں اپنی

امت پر شرک سے ڈرتا ہوں۔" میں نے آپ کی خدمت میں کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی اُمت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں کرے گی اَمَا اَنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا وَثَنًا لٰكِنْ يُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ۔" لیکن وہ سورج، چاند اور صنم کی عبادت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کرے گی۔"

ان روایات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق کامل علم تھا کہ وہ بت پرستی نہیں کرے گی۔ اور آپ کہتے ہیں: اِنَّهُمْ عَبَدُوا الْاَصْنَامَ كُلَّهُمْ وَ مَلَأَتِ الْأَوْثَانُ بِلَادَهُمْ[1] "کہ انھوں نے تمام اصنام کی عبادت کی"، اور "اور ان کے مُلک کو مورتیوں نے بھر دیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اس کی عبادت کریں، اور فرماتے ہیں: شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں بُتوں کی عبادت ہو، اور آپ مدینہ منورہ سے جو دار الہجرت ہے اور مکہ مکرمہ، بصرہ، عراق، یمن، شام وغیرہ سے اپنے "دار الایمان" کے لئے ہجرت کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے شرک کا بیان "يُرَاؤُنَ بِاَعْمَالِهِمْ" سے کیا ہے، کہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے اور آنحضرت نے ایسے شرک کو مُحقّرات اور مُوبقات قرار دیا ہے، اس کے کرنے سے کفر و شرک لازم نہیں لاتا اور نہ اس کا مرتکب واجب القتل ہے۔

ص۴۷ امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن الاحوص سے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا: "جان لو، شیطان قطعی طور پر ناامید ہو چکا ہے کہ تمہارے اس بَلَدْ (شہر، ملک) میں اس کی عبادت کی جائے، لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جن کو تم حقیر جانتے ہو، اُن اعمال میں تم شیطان کی اطاعت کرو گے اور اس کی وجہ سے وہ تم سے راضی رہے گا۔"

---

[1] یہ محمد بن عبد الوہاب کے الفاظ ہیں جو اُن کے بھائی ان کو لکھ رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیکر امیر نجد اور نجدیوں کے واسطے قتل و غارت گری کا سامان مہیّا کیا ہے۔ یہی وہ زلازل اور فتن ہیں جن کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: "تمہاری اس سرزمین میں پوری طرح شیطان اس بات سے ناامید ہوچکا ہے کہ اس کی عبادت ہوگی، وہ اُن اعمال پر راضی ہوگیا ہے جن کو تم حقیر سمجھتے ہو، فَاحْذَرُوْا اَیُّهَا النَّاسُ، 'اے لوگو! ڈرتے رہو' میں تم میں وہ کچھ چھوڑ گیا ہوں کہ اگر تم نے اس کو پکڑا ہرگز نہ بھٹکوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سُنّت ہے۔"

ص۶۲ ابن ماجہ اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُدْرَسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يُدْرَسُ وَشْيُ الثَّوْبِ "اسلام مٹ جائے گا، محو ہوجائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں"۔ کسی کو خبر نہ رہے گی کہ روزہ کیا ہے، زکات کیا ہے، نماز کیا ہے اور حج کیا ہے، اللہ کی کتاب پر ایسی رات آئے گی کہ روے زمین پر ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، لوگوں کے طائفے باقی رہ جائیں گے، بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے باپ دادا کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا پایا تھا اور ہم بھی اس کو کہتے ہیں۔

حذیفہ نے اس حدیث کو صِلَۃ بن زفر سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حذیفہ سے کہا: یہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کہنا ان کو کیا فائدہ پہنچائے گا جب کہ ان کو خبر تک نہ ہوگی کہ روزہ، نماز، زکات اور حج کیا ہے۔ یہ سن کر حذیفہ نے مُنہ موڑلیا۔ صِلہ نے تین بار حذیفہ سے دریافت کیا اور حذیفہ نے تینوں بار مُنہ موڑلیا۔ پھر صِلہ کی طرف ملتفت ہوکر کہا: يَا صِلَةُ تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ يَا صِلَةُ تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ يَا صِلَةُ تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ۔ "اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا۔"

ص۶۳ ابو داؤد نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایمان کی اصل ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے سے باز رہو، کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہو اور اس کو اسلام سے خارج نہ کرو۔

طبرانی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے: كُفُّوْا عَنْ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تُكَفِّرُوْهُمْ

بِذَنْبٍ فَمَنْ كَفَّرَ اَهْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى الْكُفْرِ اَقْرَبُ۔" بازرہو لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے کسی گناہ کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہ دو، جس نے ان کو کافر قرار دیا، وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہے۔"

تمام ہوا "الصواعق الالٰہیہ" کا خلاصہ۔ یہ رسالہ شایان مطالعہ ہے۔ اگر اس کا اردو میں ترجمہ ہو جائے عوام کو فائدہ ہوگا۔

(۳) علامہ ابو حامد بن مرزوق کی کتاب کا خلاصہ

علامہ ابن مرزوق نے تقریباً پچپن سال پہلے کتاب "اَلتَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ وَجَهْلَةُ الْوَهَابِيِّيْنَ" لکھی ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے محمد بن عبدالوہاب کے حالات سامنے آجاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ از روزِ اوّل چاروں مذاہب کے علماء کرام اُمّتِ مرحومہ کو اس فتنۂ شنفعار سے بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، ان حضرات نے حق کے لئے حق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ کامل عنایت کرے۔

علامہ ابن مرزوق نے ان علماء کرام کا ذکر کیا ہے یا ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے محمد بن عبدالوہاب کا رد کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ اس کا بیان کرتا ہوں:

۱۔ علامہ محمد بن سلیمان کُردی شافعی، یہ محمد بن عبدالوہاب کے استاد ہیں، انھوں نے محمد بن عبدالوہاب کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب "اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَةُ" پر کئی اوراق کی تقریظ لکھی ہے۔

۲۔ علامہ عبداللہ بن عبداللطیف شافعی بھی محمد بن عبدالوہاب کے استاد ہیں، "تَجْرِيْدُ الْجِهَادِ لِمُدَّعِي الْاِجْتِهَادِ" مفید رسالہ لکھا ہے۔

۳۔ علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی نے رسالہ "اَلصَّوَاعِقُ وَالرُّعُوْدُ" لکھا اور اس پر بصرہ، بغداد، حلب، احساء وغیرہ کے علماء کرام نے تقریظیں لکھیں اور "رَاسُ الْخَيْمَه" واقع عمان کے قاضی نے اس کا خلاصہ لکھا۔

۴۔ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن بن عفالق حنبلی نے رسالہ "تَهَكُّمُ الْمُقَلِّدِيْنَ بِمَنِ ادَّعٰى تَجَدُّدَ الدِّيْنِ"

لکھا اور چند سوالات کے ساتھ یہ رسالہ محمد بن عبدالوہاب کو بھیجا، وہ جواب سے قاصر رہے۔

۵۔۔۔ علامہ عطار مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے ہیں، انھوں نے رسالہ "اَلصَّارِمُ الْهِنْدِی فِی عُنُقِ النَّجْدِی" لکھا۔

۶۔۔۔ بیت المقدس کے عالم نے رسالہ "اَلسُّیُوفُ الثِّقَالُ" لکھا۔

۷۔۔۔ علامہ سید علوی بن الحداد نے رسالہ "اَلسَّیْفُ الْبَاتِرُ لِعُنُقِ الْمُنْکِرِ عَلَی الْاَکَابِرِ" لکھا، پھر دوسرا رسالہ "مِصْبَاحُ الْأَنَامِ وَجِلَاءُ الظَّلَامِ" لکھا۔

۸۔۔۔ علامہ عبداللہ بن ابراہیم میرغنی نے رسالہ "تَحْرِیْضُ الْأَغْبِیَاءِ" لکھا۔

۹۔۔۔ علامہ سید عبدالرحمٰن احسائی کے مشہور عالم ہیں، انھوں نے ۶۷ اشعار کا قصیدہ قافیۃ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا۔

۱۰۔۔۔ علامہ احمد بن علی قبانی بصری شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۱۔۔۔ علامہ عبدالوہاب بن برکات شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۲۔۔۔ علامہ عبداللہ بن عیسی المویسی نے رسالہ لکھا۔

۱۳۔۔۔ شیخ احمد مصری احسائی نے رسالہ لکھا۔

۱۴۔۔۔ شیخ محمد صالح زمزمی شافعی نے رسالہ لکھا۔

۱۵۔۔۔ علامہ طاہر سنبل حنفی نے کتاب "اَلْاِنْتِصَارُ لِلْأَوْلِیَاءِ الْاَبْرَارِ" لکھی۔

۱۶۔۔۔ محدث شہیر علامہ صالح الفُلانی اپنے وطن سے حرمین شریفین ایک کتاب لائے، اس میں چاروں مذاہب کے علماء کی تحریریں محمد بن عبدالوہاب کے رد میں تھیں۔

۱۷۔۔۔ شیخ محمد بن احمد بن عبداللطیف احسائی نے رسالہ لکھا۔

۱۸۔۔۔ تونس کے شیخ الاسلام علامہ اسماعیل تمیمی مالکی نے رسالہ لکھا، ان کی وفات ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔

۱۹۔۔۔ علامہ محقق صالح الکواش تونسی نے رسالہ لکھا۔

۲۰۔۔۔ علامہ محقق سید داؤد بغدادی حنفی نے رسالہ لکھا۔

۲۱۔۔۔ محمد بن عبدالوہاب نے ایک جماعت سے کہا کہ اپنے سر کے بال مُنڈوالو۔ جماعت نے

انکار کیا، محمد بن عبدالوہاب نے ان سب کے سر قلم کرا دئے۔ اس جور وستم کو دیکھ کر سید منعمی نے محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ایک قصیدہ دالیہ کہا۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے:

اَفِیْ حَلْقِ رَاسِیْ بِالسَّکَاکِیْنِ وَالْحَدِّ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ بِالْأَسَانِیْدِ عَنْ جَدِّیْ

"کیا میرا سر چھریوں سے مونڈنے اور حد جاری کرنے کی کوئی صحیح حدیث میرے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے۔"

۲۲ــــ علامہ سید محمد اسماعیل الأمیر کے قصیدۂ دالیہ اور پھر جوابی قصیدہ اور اس کی شرح "مَحْوُالْحَوْبَةِ فِیْ شَرْحِ اَبْیَاتِ التَّوْبَةِ" کا ذکر "ابجد العلوم" میں آچکا ہے۔

۲۳ــــ سید مصطفی مصری بولاقی نے ۱۲۶ اشعار کا قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا۔

۲۴ــــ علامہ سمنودی نے دو جلد میں کتاب "سَعَادَۃُ الدَّارَیْن" لکھی۔

۲۵ــــ علامہ سید احمد دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ نے رسالہ "اَلدُّرَرُ السَّنِیَّة" لکھا۔

۲۶ــــ علامہ یوسف نبہانی نے کتاب "شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِی التَّوَسُّلِ بِسَیِّدِ الْخَلْقِ" لکھی۔

۲۷ــــ جمیل صدقی زھاوی بغدادی نے رسالہ "اَلْفَجْرُ الصَّادِقُ" لکھا۔

۲۸ــــ شیخ مہدی مفتی فاس، مراکش نے مسئلہ توسل میں رد لکھا۔

۲۹ــــ شیخ مصطفیٰ حمامی مصری نے رسالہ "غَوْثُ الْعِبَاد" لکھا۔

۳۰ــــ شیخ ابراہیم حلمی قادری اسکندرانی نے رسالہ "جَلَالُ الْحَقِّ فِیْ کَشْفِ اَحْوَالِ اَشْرَارِ الْخَلْقِ" لکھا۔

۳۱ــــ علامہ سید الحزامی نے رسالہ "اَلْبَرَاهِیْنُ السَّاطِعَةُ" لکھا۔

۳۲ــــ علامہ حسن شطی حنبلی دمشقی نے رسالہ "اَلنُّقُوْلُ الشَّرْعِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَهَابِیَّةِ" لکھا۔

۳۳ــــ علامۂ اجل شیخ محمد حسنین مخلوف نے رسالہ "اَلتَّوَسُّلُ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ" لکھا۔

۳۴ــــ شیخ حسن خزبک نے رسالہ "اَلْمَقَالَاتُ الْوَفِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَهَابِیَّةِ" لکھا۔

۳۵ــــ شیخ عطا الکسم دمشقی نے رسالہ "اَلْاَقْوَالُ الْمَرْضِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی الْوَهَابِیَّةِ" لکھا۔

۳۶ــــ علامۂ اجل شیخ یوسف الدجوی شافعی نے "مُجَلَّۂ الْاَزْهَر" میں تین مقالے لکھے، وہ اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:

"میرے نام مکہ مکرمہ سے ایک بڑا خط 'ایک مسلمان' کے نام سے آیا۔ اس نے

اپنا سوال بار بار دہرایا ہے۔ غالباً وہ سمجھتا ہے کہ سوال بہت مشکل اور ہمت شکن ہے۔ خط کی ابتدا اس طرح ہے:

یَا فَضِیلَۃَ الشَّیْخِ اَرْجُوْكَ وَاَنَا شِدُكَ اللہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَّا مَا حَقَّقْتَ ھٰذَا الْمَوْضُوْعَ وَاَنْصَفْتَ فِیْہِ۔

' اے صاحب فضیلت شیخ! میں تم سے التماس کرتا ہوں اور اس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم اس موضوع میں تحقیق کرو اور انصاف سے کام لو۔'

ہم خط لکھنے والے کی طعن و تشنیع سے درگزر کرتے ہوئے اس کے سوالات لکھتے ہیں:

سوال ــــ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَرے ہوئے بندوں سے سوال کیا کرو اور ان سے دعاء کی طلب کرو؟ اس سلسلہ میں صرف ایک ہی حدیث لکھ دو۔

جواب ــــ ہم سوال کو اُلٹ کر سائل سے پوچھتے ہیں: کیا سُنّت میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے؟ کیا آنحضرت نے فرمایا ہے کہ نیک بندوں سے سوال نہ کیا کرو؟ اس سلسلہ میں صرف ایک حدیث پیش کی جا سکتی ہے۔

ہم سائل سے کہتے ہیں: اشیاء کے جواز کے لئے حکم کا ہونا ضروری نہیں، جواز کے لئے ممانعت کا نہ ہونا کافی ہے۔ علماءِ اَعلام نے اُصولِ فقہ میں تفصیل سے اس کا بیان کیا ہے، جس کام میں ممانعت نہ پائی جائے وہ مُباح ہے اور اس کا کرنا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ صحیحہ نے ہم کو بتایا ہے کہ جس فعل کا حکم آپ دیں، ہم اس کو کریں اور جس سے منع فرمائیں، اس کو نہ کریں اور جس کام کے متعلق آپ نے کچھ نہیں فرمایا ہے، وہ مباح ہے۔ یہ بات اُن قواعد میں سے ہے جن کو علماء جانتے ہیں۔

پھر علامہ دیجوی نے یہ صحیح حدیث لکھی ہے: تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ وَجَدْتُ خَیْرًا حَمِدْتُ اللہَ وَاِنْ وَجَدْتُ غَیْرَ ذٰلِكَ اِسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ۔ ' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے، اگر ان کو میں نے اچھا پایا اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے سوا پایا تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔'

اور لکھا ہے: ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ابن قیم

نے اس کا پورا اعتراف کیا ہے اور کامل طور پر اس کو ثابت کیا ہے۔

تمام ہوا خلاصہ کتاب 'التوسل بالنبی وجھلۃ الوھابیین' کا۔"

(۴) علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے "جِلَاءُ الْقُلُوْبِ وَكَشْفُ الْكُرُوْبِ" میں لکھا ہے:

وَقَدْ حَرَّرَ الْعُلَمَاءُ الْاَعْلَامُ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ وَالْبَلَدِ الْحَرَامِ فِيْ جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ جُمْلَةَ رَسَائِلَ لِاَنَّهُمْ اِبْتَلُوْا بِالْغَبِيِّ الْجَاهِلِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ۔

"یمن اور مکہ مکرمہ کے علماء اعلام نے استغاثہ کے جواز میں کئی رسالے لکھے ہیں کیونکہ ان کا پالا غبی اور جاہل محمد بن عبدالوہاب سے پڑا ہے۔"

(۵) علامہ انور شاہ کشمیری کا قول "فیض الباری" ج ۱، ص ۱۷۱ میں ہے:

اَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ النَّجْدِيِّ فَاِنَّهٗ كَانَ رَجُلًا بَلِيْدًا قَلِيْلَ الْعِلْمِ يَتَسَارَعُ اِلَى الْحُكْمِ بِالْكُفْرِ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَقْتَحِمَ فِيْ هٰذَا الْوَادِيْ اِلَّا مَنْ يَكُوْنُ مُتَحَفِّظًا مُتْقِنًا عَارِفًا بِوُجُوْهِ الْكُفْرِ وَاَسْبَابِهٖ۔

"لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی بے وقوف اور کم علم شخص تھا۔ کافر کہنے کے حکم میں استعجال کرتا تھا، کفر سازی کی وادی میں اس شخص کو قدم رکھنا چاہئے جس کی چاروں طرف نظر ہو، اچھا سمجھ دار ہو، اور کفر کے اسباب اور وجوہ سے پوری طرح باخبر ہو۔

علماء اعلام کی تحریرات اور اقوال کا خلاصہ

(۱) محمد بن عبدالوہاب کا جزوی علم تھا۔ اور وہ غبی تھا۔
(۲) وہ تقلید کو حرام کہتے تھے، اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔
(۳) وہ خود ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مقلد تھے۔
(۴) انھوں نے کسی ماہر اور سمجھ دار استاد سے نہیں پڑھا ہے۔
(۵) وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیتے تھے۔
(۶) وہ بے دریغ مسلمانوں کا خون بہاتے تھے۔

(۷) مکر و فریب سے بھی مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔
(۸) مسلمانوں کا مال و اسباب لُوٹتے تھے۔

تحقیق کا نیا معیار : ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض افراد اپنے خیالاتِ فاسدہ، اوہام باطِلہ کو تاریخ کے نام پر ظاہر کر کے فضلا اور اکابر پر بلا وجہ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ——

۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء میں کتاب "حضرت مجدّد اور ان کے ناقدین" کی تالیف کے وقت اس کیفیت کا پوری طرح احساس ہوا۔ اتفاق سے اس کے بعد ایک کرم فرما تشریف لائے (افسوس ہے ان کا نام اس وقت یاد نہیں) اور ان سے اس بات کا تذکرہ آیا۔ وہ دوسرے دن مجلہ 'برہان' دہلی کا شمارہ ۳ (جلد ۸۴) لائے۔ اس میں ڈاکٹر جمال محمد صدیقی لکچرار شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا مقالہ ہے، انھوں نے اپنے مقالہ میں اس صورت حال کی حقیقت واضح کردی ہے، وہ لکھتے ہیں :

> "یوں تو ہر دَور اور ہر زمانہ میں تاریخ نویسی کسی نہ کسی تعصب کا شکار رہی ہے' لیکن جب سے تاریخ کا مطالعہ مارکسی نقطۂ نظر سے کیا جانے لگا ہے' ایک دوسری ہی صورت حال پیدا ہو گئی ہے، مارکسی مورخین زیادہ تر معاشی اور زرعی پہلوؤں کی تحقیق پر زور دیتے ہیں، تاکہ تمام انسانی سماج کی تاریخ کو طبقاتی کش مکش کی تاریخ سے تعبیر کرنے میں آسانی ہو، مگر جب سے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ کی تشریح بھی اس درآمد شدہ نظریہ کی روشنی میں شروع کی گئی ہے ایک انتہائی مایوس کُن صورت حال سامنے آگئی ہے، مارکسی مورخین کے اس مایوس کُن تاریخ نویسی کے جائزہ کی ابتدا ہم پروفیسر عرفان حبیب (جو مارکسی نظریات رکھتے ہیں) کے ایک مقالے سے کرتے ہیں' جس میں انھوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی افکار و کردار سے بحث کی ہے۔"

تاریخ نویسی میں مارکسی نقطۂ نظر اور طریقۂ کار نے اُن افراد پر بھی خوب اثر کیا ہے جو کسی حزب یا جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ایسے لوگ اپنی جماعت کی تائید کے لئے بڑی خوبی

سے غلط دعاوی کر جاتے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت ایک صاحب کا مختصر رسالہ ہے، طباعت بہت عمدہ، کتابت دیدہ زیب، کاغذ نفیس۔ اس میں محمد بن عبدالوہاب کے یہ اقوال لکھے ہیں:

۱ ـــــ میں چھ صدیوں سے ملت اسلامیہ کو گمراہ نہیں سمجھتا۔

۲ ـــــ میں تقلید سے خارج نہیں ہوں۔

۳ ـــــ میں توسل کا مخالف نہیں ہوں۔

۴ ـــــ دلائل الخیرات وغیرہ کا مخالف نہیں ہوں۔

۵ ـــــ رسول اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو حرام اور ناجائز نہیں سمجھتا ہوں۔

کاش جناب مؤلف محمد بن عبدالوہاب کے رسالے دیکھ لیتے، اور صورت حال یہ ہوتی جو ان موضوعی اقوال میں ہے تو عالم اسلام کے علماء اعلام اُن سے شاکی کیوں ہوتے۔ علامہ سیّد محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے قصیدہ مدحیہ دالیہ کہا اور محمد بن عبدالوہاب کو بھیجا۔ اس قصیدہ کی وجہ سے جور و ستم میں اضافہ ہوا۔ چناں چہ انھوں نے دوسرا دالیہ قصیدہ لکھا، پھر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام "مَحْوُ الْحَوْبَةِ فِي شَرْحِ اَبْيَاتِ التَّوْبَةِ" رکھا، یعنی توبہ کے اشعار کی شرح لکھ کر اپنے گناہ کا مٹانا"۔ اپنی خطا کا اقرار کرنا ہی بڑی بات ہے، چہ جائے کہ کوئی کتاب لکھ کر اظہار ندامت اور توبہ کرے!

جناب مؤلف خیال کرتے کہ امام عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ رسالہ "السَّيْفُ الْهِنْدِيّ فِي اِبَانَةِ طَرِيْقَةِ الشَّيْخِ النَّجْدِيِّ" کیوں تالیف فرماتے اور کیوں یہ نام تجویز کرتے!

اور جناب مؤلف شیخ سلیمان کا رسالہ "اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّةِ" دیکھتے جس میں احادیث مبارکہ سے استدلال ہے، ہر حدیث بہ منزلہ ایک کڑک کے ہے، لہٰذا رسالہ صَوَاعِقِ اِلَاهِيَّة ہوا۔

بے شک محرم ۱۲۱۸ھ میں وہابیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے عبداللہ نے وہاں ایک رسالہ تقسیم کیا۔ اس کا ذکر صدیق حسن خاں نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس رسالہ میں بہت کچھ ان باتوں کا انکار ہے جو اُن کی طرف منسوب ہیں۔

یہ رسالہ قلمی اُسی وقت کا لکھا ہوا میرے پاس موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے:

وَلَا نَامُرُ بِاِتْلَافِ شَیْءٍ مِنَ الْمُؤَلِّفَاتِ اَصْلًا اِلَّا مَا اشْتَمَلَ عَلٰی مَا یُوْقِعُ النَّاسَ فِی الشِّرْکِ کَرَوْضِ الرَّیَاحِیْنَ اَوْ یَحْصُلُ بِسَبَبِہٖ خَلَلٌ فِی الْعَقَائِدِ کَعِلْمِ الْمَنْطِقِ فَاِنَّہٗ قَدْ حَرَّمَہٗ جَمْعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ، عَلٰی اَنَّا لَا نَفْحَصُ مِنْ مِثْلِ ذٰلِکَ وَکَالدَّلَائِلِ اِلَّا اِنْ تَظَاھَرَ صَاحِبُہٗ مُعَانِدًا اُتْلِفَ عَلَیْہِ.

"ہم اصلاً کتابوں کے تلف کرنے کا حکم نہیں دیتے، سوا ان کتابوں کے جو لوگوں کو شرک میں ڈالتی ہیں، جیسے 'روض الریاحین' ہے یا وہ کتابیں جن کی وجہ سے عقائد میں خلل پڑے جس طرح علم منطق ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے، پھر بھی، ہم ایسی کتابوں کی تلاش نہیں کرتے جیسی 'دلائل الخیرات' ہے اور اگر اس کا مالک از روئے عناد ظاہر کرے تو تلف کر دیتے ہیں۔"

عبداللہ نے اہل مکہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے یہ رسالہ لکھا ہے، لہٰذا بہت کچھ ان باتوں کا انکار رہے جو اُن کے والد لکھ گئے ہیں۔ اس رسالہ کی تقسیم کے تین سال بعد اہل طائف کا قتل عام کیا گیا اور سات محرم ۱۲۲۱ھ جمعہ کے دن طائف سے نجدیوں نے محمد بن عبدالوہاب کا مختصر رسالہ اہل مکہ کو بھیجا، جس کا بیان "ابجد العلوم" کے بیان کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ یہ رسالہ ہر جگہ اُسی سال پہنچا ہے، مؤلف اس رسالہ کو اٹھا کر دیکھتے۔ اس رسالہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہے:

اِعْلَمُوْا اَنَّ الشِّرْکَ قَدْ شَاعَ فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ وَذَاعَ وَالْاَمْرُ قَدْ اٰلَ اِلٰی مَا وَعَدَ اللہُ وَقَالَ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ.

"جان لو کہ اس زمانہ میں شرک شائع ہو گیا اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہو گئی ہے جس کا بیان اللہ نے کیا ہے اور کہا ہے: اور یقین نہیں لاتے لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں"۔ ـــــ اور لکھا ہے:

فَمَنْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ، یَا مُحَمَّدُ اُدْعُ اللہَ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا مُحَمَّدُ اَسْاَلُ اللہَ بِکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَی اللہِ بِکَ، وَکُلُّ مَنْ نَادَاہُ فَقَدْ اَشْرَکَ شِرْکًا اَکْبَرَ.

" جس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تم سے شفاعت کا طلب گار ہوں، اے محمد! میری حاجت روائی کے لئے اللہ سے دعا کرو، اے محمد! میں تمہارے واسطے سے اللہ سے سوال کرتا ہوں اور میں تم کو واسطہ بناکر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور جو شخص بھی ان کو پکارے اس نے شرکِ اکبر (بہت بڑا شرک) کیا ہے" ——— اور لکھا ہے:

تَمَّ اِلزَامُ اللّٰهِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ يَسْئَلُوْنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَيُنَادُوْنَهُمْ مَعَ زَعْمِهِمْ اَنَّهُمْ اَدْوَنُ مِنَ اللّٰهِ، اَمَّا السَّابِقُوْنَ فَاللَّاتُ وَالْعُزّٰى وَالسُّوَاعُ وَاَمَّا اللَّاحِقُوْنَ فَمُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ وَالْكُلُّ سَوَاءٌ.

" اللہ کی حجت مشرکوں پر پوری ہوگئی ہے جو کہ مخلوق سے سوال کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں، باوجود اس خیال کرنے کے کہ وہ اللہ سے بہت پست مرتبہ ہیں۔ لات، عزّٰی اور سُواع پہلے ہیں اور محمد، علی اور عبد القادر پچھلے ہیں اور سب برابر ہیں" ——— اور لکھا ہے:

اِنَّ السَّفَرَ اِلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ وَمَشَاهِدِهٖ وَمَسَاجِدِهٖ وَاٰثَارِهٖ وَقَبْرِ نَبِيٍّ وَوَلِيٍّ وَسَائِرِ الْاَوْثَانِ وَكَذَا طَوَافُهٗ وَتَعْظِيْمُ حَرَمِهٖ وَتَرْكُ الصَّيْدِ وَالتَّحَرُّزُ عَنْ قَطْعِ الشَّجَرِ وَغَيْرِهَا شِرْكٌ اَكْبَرُ.

" محمد کی قبر کو ان کے مشاہد، ان کی مساجد اور ان کے آثار کو اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مورتیوں کو سفر کرنا اور اسی طرح اس کا طواف کرنا، اُس احاطہ کی تعظیم کرنی، وہاں کے شکار کو چھوڑنا اور درخت وغیرہ کے کاٹنے سے بچنا شرکِ اکبر ہے" ——— اور لکھا ہے:

اَيُّهَا الْمَجَانِيْنُ لِمَ لَا تَقُوْلُوْنَ يَا اَللّٰهُ وَهُوَ مَعَكُمْ فَاَيُّ حَاجَةٍ اِلَى الْمَجِيْءِ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَالرُّجُوْعِ اِلَيْهِ.

" اے دیوانو! تم 'اے اللہ!' کیوں نہیں کہتے، کیا حاجت ہے محمد کے پاس آنے کی اور ان کی طرف لوٹنے کی"

جناب مؤلف محمد بن عبدالوہاب کی ان تحریرات کو پڑھیں جو مختصر "کتاب التوحید" کے پہلے باب میں ہیں اور پھر اپنے مزعومہ اقوال پر نظر ڈالیں۔ ڈھائی سو سال سے اس امتِ مرحومہ کو راہِ ہدایت بتانے والے حضراتِ علماء کرام دنیا کے گوشہ گوشہ سے، مراکش، جزائر،

لیبیا، تونس، مصر، قدس، لبنان، شام، عراق، ترکیہ، یمن اور حجاز سے محمد بن عبدالوہاب کی بے راہ روی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان حضرات نے ہر طرح سے کتابیں اور رسائل لکھ کر، وعظ و نصیحت کر کے حق کا اظہار کیا ہے۔ ان حضرات نے ایک بھی جھوٹا الزام عائد نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر دے اور ہم کو اتباع حق کی توفیق عنایت فرمائے۔

جناب مؤلف توسل کے سلسلہ میں اس فظیع واقعہ پر نظر ڈالیں جو علامہ حبیب الرحمٰن کشی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ کو حج ۱۳۹۹ھ سے چند روز پہلے پیش آیا۔ ان کی خطا یہی تھی کہ وہ توسل کے قائل تھے اور وہ زبان سے اور دل سے کہتے تھے:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ السَّلَامُ عَلَیْكَ　　　اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَیْكَ

"اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو　　　کامیابی اور فلاح آپ ہی کے پاس ہے"

وہ گرفتار ہوئے اور فوراً قاضی نے حکم لکھا کہ یہ شخص مشرک ہے اور اس کو اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حج سے دو چار دن پہلے ان کو ہندوستان بھیج دیا گیا۔

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست　　　تو نیز بر سر بام آ عجب تماشائیست

اس واقعہ کو مولانا عبدالقیوم ہزاروی نے عربی میں رسالہ "توسل" لکھ کر اطراف عالم میں نشر کر دیا ہے۔ قاضی کے فیصلہ کی نقل اور جناب علامہ کی روانگی کا حال اس میں درج ہے۔

نماز خاص اللہ کی عبادت ہے، اس کا خاتمہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ یعنی "سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔" پر ہے۔ خوش نصیب افراد پانچوں وقت سلام عرض کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ اگر حجۃ الاسلام امام غزالی کی "احیاء العلوم" یا اس کے اردو ترجمہ "مذاق العارفین" میں اس بیان کو پڑھ لیا جائے بہت بہتر ہو۔

محمد از تو می خواہم خدا را　　　الٰہی از تو عشق مصطفیٰ را

محمد بن عبدالوہاب کے انصار میں سے ایک صاحب نے لکھا ہے:

"محمد بن عبدالوہاب کے رسائل میں ان کے مخالفین تحریفات کرتے ہیں۔"

علامہ ابن مرزوق نے تقریباً چالیس افراد کے نام اور ان کی تالیفات کا ذکر کیا ہے اور نواب صدیق حسن خاں نے چند گرامی قدر افراد کا بیان کیا ہے۔ کیا ان افراد کی تالیفات میں کوئی

تحریف دکھائی جا سکتی ہے۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے مرنے کے چند سال بعد ان کے بیٹے عبداللہ نے مکہ مکرمہ میں رسالہ تقسیم کیا، جو کہ تصرّفات سے پُر ہے، اس کا اعتراف صدّیق حسن خاں کر رہے ہیں۔ میرے سامنے نواب قطب الدین خاں کی "ظفر جلیل" اور مولانا انور شاہ کی "امالی فیض الباری" ہے۔ ان کو دیکھا جائے کہ پیروان محمد بن عبدالوہاب کیا کر رہے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب کے ایک سرگرم حمایتی تحریر فرماتے ہیں :

" محمد بن عبدالوہاب کی طرف نسبت کریں تو قاعدے سے 'محمّدی' کہیں گے، مگر محمدی لقب تو بدنام کرنے کے لئے کافی نہ تھا، اس لئے شیخ الاسلام کے والد عبدالوہاب کی طرف نسبت کر کے 'وہابیت' کا لقب ایک مذہبی گالی کے طور پر ایجاد کیا گیا۔"

کاش محرّر صاحب کسی اہلِ علم سے عرب میں نسبت کرنے کے قاعدے کو پوچھ لیتے "محمّد" ہمارے سردار محبوب کردگار کا اسم گرامی ہے لیکن آپ کے پیروان کو "محمدی" نہیں کہا گیا۔ امام محمد بن ادریس کے والد کے دادا کا نام شافع تھا اور ان کے پیروان "شافعی" کہلائے، امام احمد بن محمد بن حنبل کے مذہب کی نسبت ان کے دادا کے نام کی طرف کی گئی ہے، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد کی نسبت غزالی کس مناسبت سے ہے۔ کیا اس کی طرف کبھی کاتب صاحب نے خیال کیا ہے، آپ کے والد ماجد سُوت کاتا کرتے تھے۔ عربی میں سُوت کاتنے والے کو "غزّال" کہتے ہیں، جب حضرت امام آسمان رُشد و ہدایت میں روشن تارے کی طرح چمکے، اپنے حضرت والد کے پیشے کی طرف منسوب ہوئے۔ از رُوئے قاعدہ آپ کو "غزّال" کہنا چاہئے تھا لیکن 'زا' کو مُخَفّف کیا اور 'یا' کا اضافہ کر دیا گیا۔ "شَذَرَاتُ الذَّہَب" میں لکھا ہے: جس طرح اہلِ خراسان نے 'خبّازی' اور 'عطّاری' میں 'یا' کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی نسبت ایک معمولی پیشے کی طرف ہوئی اور اس پر فخر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے :

غَزَلْتُ لَهُمْ غَزْلاً رَفِيعًا فَلَمْ اَجِدْ لِغَزْلِیَ نَسَّاجًا فَكَسَّرْتُ مِغْزَلِی

" میں نے ان کے واسطے بہت عمدہ سُوت کاتا اور جب میں نے کسی کو اس سے بُننے کے قابل نہ پایا میں نے اپنی چرخی توڑ دی۔"

نہ شافعی کی نسبت میں طنز ہے، نہ حنبلی کی نسبت میں طعن، نہ غزالی کی نسبت میں استخفاف

اور نہ وہابی کی نسبت میں شتم۔ محرّر صاحب کے تخیلات ان کے سامنے آرہے ہیں اور وہ دوسروں کی طرف اس کی نسبت کر رہے ہیں۔ لکھنے سے پہلے اتنا تو سوچ لیتے کہ "وَھّاب" اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک مبارک نام ہے اور اس کی طرف نسبت "وَہّابی" ہونا چاہیئے لیکن اہلِ بداوت نے 'ھا' کو مخفف کر دیا جیسا کہ "غزالی" میں ہوا ہے اور 'یاء' نسبتی لگا کر "وھابی" کر دیا۔

یہ نجد کی سرزمین قیس کی وجہ سے عشق و محبّت کی زمین بنی، کوئی کہتا ہے:

باز خواں از نجد و از یارانِ نجد تا در و دیوار را آری بہ وَجد

اور کسی نے کہا ہے:

ناقہ جب بھاگا تو بھاگا نجد سے کعبہ کی سمت پیچھے پیچھے قیس تھا آگے خدا کا نام تھا

وہی نجد کی سرزمین محمد بن عبدالوہاب کی وجہ سے زلازل و فتن کا مرکز بنی۔

علّامہ ابن مرزوق نے لکھا ہے کہ سلیمان نے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھا: اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: پانچ۔ سلیمان نے کہا:

اَنْتَ جَعَلْتَہَا سِتَّۃً، وَالسَّادِسُ، مَنْ لَمْ یَتَّبِعْكَ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ۔

"آپ نے ان کو چھ کر دیا ہے اور چھٹا یہ ہے کہ جو آپ کی پیروی نہ کرے وہ مسلم نہیں ہے۔"

حجۃ الاسلام امام غزالی کی نسبت ایک معمولی پیشے کی طرف ہے لیکن اللہ کے نیک بندوں کے نزدیک ان کی عظمت اور منزلت کیسی ہے، ذرا علّامہ اَسْنَوِی کے بیان کو مطالعہ کیا جائے کہ کس محبّت اور عقیدت سے لکھ رہے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

اَلْغَزَالِیُّ اِمَامٌ بِاِسْمِہٖ تَنْشَرِحُ الصُّدُوْرُ وَ تَحْیَا النُّفُوْسُ وَ بِرَسْمِہٖ تَفْتَخِرُ الْمَحَابِرُ وَ تَہْتَزُّ الطُّرُوْسُ وَ بِسِمَاعِہٖ تَخْشَعُ الْأَصْوَاتُ وَ تَخْضَعُ الرُّءُوْسُ[1]

"غزالی وہ امام ہیں جن کے نام سے سینوں میں انشراح اور نفوس میں حیات ہوتی ہے اور ان کا حال لکھتے وقت دواتوں کو فخر ہوتا ہے اور اوراق جھوم اٹھتے ہیں، ان کا ذکر سنتے وقت آوازیں پست اور سر جھک جاتے ہیں۔"

حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی نے اُس گیلی مٹّی کا بیان کیا جو دم دیتے وقت دیگ کے ڈھکنے میں لگاتے ہیں:

گِلے خوش بوے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بہ دستم

---

[1] شذرات الذہب، ج۴، ص۱۱

بہ دو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوے دل آویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشین در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہمارے حضرات عالی قدر قدس اللہ اسرارہم نے کتاب "احیاء علوم الدین" کے متعلق فرمایا ہے:
"یہ بڑی برکت والی کتاب ہے، اس کے مطالعے سے بہت لوگ درجات ولایت پر پہنچے ہیں"۔

محمد بن عبدالوہاب کے سرگرم حامیتی کو لفظ "وہابی" میں سب وشتم کی بو آئی ہے، وہ بو سب وشتم کی نہیں ہے، بلکہ یہ ان ہزار ہا بندگان خدا کے ناحق خون کی بساند ہے، یہ اُن ہزارہا عورتوں اور بچوں کی دل جلی آہ ہے جن کا سب کچھ لوٹا گیا ہے، اور سب سے زیادہ یہ اُن گستاخانہ تحریرات کا اثر ہے جو تاجدار انبیا محبوب کبریا بِأَنْفُسِنَا هُوَ وَبِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے متعلق توحید کی حفاظت کے نام پر لکھی گئی ہیں۔ پروردگار حضرات صحابہ سے خطاب کررہا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا. یعنی "تم یہودیوں کی بولی 'رَاعِنَا' نہ بولو بلکہ ادب سے 'انظرنا' کہو" ——— اور محمد بن عبدالوہاب لکھتا ہے:
" أَمَّا السَّابِقُونَ فَاللَّاتُ وَالْعُزّٰى وَالسُّوَاعُ وَأَمَّا اللَّاحِقُونَ فَمُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ وَالْكُلُّ سَوَاءٌ. أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ "

ایک بدبخت نجدی کے سامنے ایک رفیق نے سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہہ دیا۔ وہ بولا: اَلسَّيِّدُ هُوَ اللّٰهُ، یعنی "سید تو اللہ ہی ہے محمد نہیں ہیں"۔ اس سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے: سَيِّدًا وَّحَصُورًا یہ سن کر وہ بے ادب خاموش ہوا۔

ایسی عبارت لکھنے والے کا کیا حکم ہے، اس کا بیان حضرات علمار کرام کریں گے، ہم تو اس کے قائل اور اس کے معتقد سے بیزار ہیں اور کہتے ہیں: إِنَّهُمْ فِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ.
اور اتنا جانتے ہیں کہ فرقہ وہابیہ اہل اہوار کے مسلک پر چل رہا ہے۔ بکیر نے نافع سے پوچھا کہ حَرُورِيَّہ (خوارج) کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ نافع نے کہا: تَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ إِنَّهُمْ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ أُنْزِلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ[1] " ان کے نزدیک وہ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں، انھوں نے اُن آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر راست کردی ہیں"۔ یہی حالت محمد بن عبدالوہاب کی ہے۔ اللہ اس کے شر سے بچائے۔

---

[1] علامہ محمد الخضری کی کتاب اصول الفقہ میں الحکایۃ القرآنیہ کے بیان میں، ص۲۱۱۔

مولانا اسماعیل دہلوی

ولادت : ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ ، ۳۰ مارچ ۱۷۷۹ء، مقام پھلت ضلع مظفر نگر میں ،
وفات : ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ ، ۷ مئی ۱۸۳۱ء مقام بالاکوٹ ، سرحد میں ،
عمر : قمری حساب سے ۵۳ سال ، ۷ ماہ ۱۲ دن ۔
شمسی حساب سے ۵۲ سال ۱ ماہ ۸ دن ۔

آپ کے احوال مستقلاً یا جناب سیّد احمد صاحب کے احوال میں ضمناً بہ کثرت لکھے گئے ہیں۔ میں اختصار کے ساتھ بعض احوال لکھتا ہوں۔

آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالغنی فرزندِ اصغرِ حضرتِ شاہ ولی اللہ سے پڑھیں۔ اُن کی وفات ۱۲۰۳ھ میں ہوئی ، پھر آپ کی تربیت آپ کے اَعمامِ گرامی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے سپرد ہوئی ، بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے چھوٹے چچا شاہ عبدالقادر کو آپ سے بیشتر تعلق تھا اور انھوں نے اپنی نواسی کلثوم سے آپ کا عقد نکاح کیا۔ سولہ سال کی عمر میں کسبِ علوم سے فارغ ہوئے۔

میں نے خورد سالی میں کُہن سال افراد سے سُنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا اسحاق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ ، " شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق ۔"

اسماعیل آپ کے بھتیجے اور اسحاق آپ کے نواسے دونوں بہ منزلۂ اولاد۔

آپ کا خاندان علمی تھا اور سارے ہندوستان میں مشہور و محترم تھا۔ آپ کے جدِّ امجد حضرت شاہ ولی اللہ علمِ ظاہر اور علمِ باطن میں کمال حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین ۱۱۴۴ھ میں تشریف لے گئے۔ وہاں علمِ ظاہر علمائے اعلام سے خاص کر علاّمہ ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم مَدنی، کُردِی، کَوْرَانی، شافعی سے درجۂ اکمال و تکمیل کو پہنچایا اور باطن کا تصفیہ، تزکیہ، صیقل اور جِلا، بیت اللہ المبارک، آثارِ مُتبرکہ، مَشاہدِ مُقدسہ اور روضۂ

مُطہّرہ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلَاۃُ وَالتَّحِیَّۃُ کی خاک روبی اوران امکنۂ مقدّسہ میں جَبْہَہ سائی سے اس سلسلے میں آپ کی مبارک تالیف "فیوض الحرمین" اور "اَلْمَشَاھِدُ الْمُبَارَکَۃُ" شایانِ مطالعہ ہیں۔ مؤخر الذکر رسالہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ، حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کو اللہ نے علم دیا، وہ علماءِ اَعْلَام کے طریقے پر قائم رہے تالیفؒ، تدریس اور تَلْقِین ذکر شریف ہی آپ کا مشغلہ رہا۔ چوں کہ آپ نے علاّمہ کورانی شافعی سے اخذ علم کیا، اس وجہ سے آپ کا کچھ میلان شافعیہ کی طرف بھی ہوگیا اور اس سلسلے میں آپ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کتابوں میں کیا ہے، جیسا کہ علماءِ اعلام کا طریقہ رہا ہے۔ آپ کے صاحبزادگان گرامی بھی اسی مسلک پر قائم رہے، ان کی تالیفات ان کی جلالتِ قدر پر دال ہیں۔

ان حضرات کے بعد ان کے صاحبزادوں کا دَور آیا۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کی اولادِ ذکور نہ تھی، شاہ رفیع الدین کے چھ صاحبزادے تھے: محمد عیسیٰ[1]، مصطفیٰ[2]، مخصوص اللہ[3]، محمد حسین[4]، محمد موسیٰ[5]، محمد حسن[6]۔ اور شاہ عبدالغنی کا ایک صاحبزادہ محمد اسماعیل۔ اللہ کے فضل سے یہ ساتوں علم و فضل سے محلی تھے۔

مولانا نسیم احمد امروہوی نے "تذکرۂ حضرت شاہ اسماعیل" میں آپ کی نو[9] تالیفات کا بیان کیا ہے: (۱) ایضاح الحق الصریح (۲) منصبِ امامت (۳) اصولِ فقہ (۴) تنویر العینین (۵) رسالۂ منطق (۶) عَبَقات (۷) تقویۃ الایمان (۸) صراطِ مستقیم (۹) رسالۂ یک روزی۔

مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں رسالۂ منطق اور عَبَقات کا ذکر نہیں کیا ہے اور "تنویر الْعَیْنَیْن" کے متعلق حاشیہ میں "تنبیہ الضّالین" سے لکھا ہے: "ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے ان کے نام سے یہ رسالہ لکھ کر شہرت دی ہے۔"

مولانا حکیم عبدالشکور مرزاپوری نے "التحقیق الجدید" میں مولانا اسماعیل کی طرف منسوب سترہ[17] رسائل کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ سَہل الحصول فی علم المنقول ۲۔ عَبَقات ۳۔ اصولِ فقہ ۴۔ ردّالاشراک ۵۔ تنویر العینین ۶۔ حواشی ۷۔ خطبے ۸۔ یک روزی ۹۔ منصبِ اِمامت

۱۰ صراطِ مستقیم ۱۱ ایضاح الحق الصریح ۱۲ حقیقۃ الصلاۃ ۱۳ مثنوی سلکِ نور ۱۴ تقویۃ الایمان ۱۵ حقیقۃ التصوّف ۱۶ تذکرۃ الأخوی ۱۷ خطوط۔

حکیم صاحب نے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ "صراطِ مستقیم"، "تنویر العینین" اور "ایضاح الحق الصریح" آپ کی تالیفات میں سے نہیں ہیں اور "تقویۃ الایمان" کے متعلق حکیم صاحب کی تحقیق قابلِ قدر ہے۔ آپ نے پوری طرح بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے :

" ناظرین! تقویۃ الایمان کے مُحرَّف اور غیر معتبر ہونے کی یہ طویل داستان اس کے صرف آٹھ مختلف نسخوں کے مقابلے کا نتیجہ ہے، جس میں ہر طرح کی تحریف موجود ہے، نیز وہ ایسی اور اتنی ہے کہ ثبوت مدعا کے لئے یقیناً کافی ہے۔"

کاش حکیم صاحب محمد بن عبدالوہاب کا وہ مختصر رسالہ جو جمعہ سات محرّم ۱۲۲۱ھ کو نجدیوں نے مکہ مکرمہ ارسال کیا ہے، دیکھ لیتے اور مولانا فضل رسول بدایونی کے اس مکتوب کو جو کہ انھوں نے مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کو لکھا ہے اور مولانا مخصوص اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا ہے، مطالعہ کر لیتے اور پھر یہ تحقیق کرتے، یقیناً آپ کی تحقیق کی شان کچھ اور ہوتی۔ حکیم صاحب نے تقویۃ الایمان کے حصّۂ دوم کے متعلق لکھا ہے :

" میرا خیال ہے کہ مولانا شہید کا نہیں بلکہ کسی اور کا ہے" ـــــ اور لکھا ہے :

" مولوی محمد سلطان صاحب معلوم نہیں کون بزرگ اور کس مذہب کے ہیں لیکن 'تذکیر الاخوان' کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ اگر وہ غیر مقلد نہیں تو مائل بہ غیر مقلدیت ضرور ہیں۔"

حکیم صاحب کی تحقیق مکتوبِ عربی کے متعلق بہت اچھی ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا۔

حکیم صاحب نے مولانا اسماعیل کی تالیفات کی فہرست لکھی ہے اور ان کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس فہرست میں "رسالۂ چہاردہ مسائل" کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ یہ ایک نہایت مستند وثیقہ ہے۔ مولانا مخصوص اللہ فرزند سیوم شاہ رفیع الدین نے ۱۲۴۰ھ میں جامع مسجد دہلی میں مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی سے تقویۃ الایمان کی محتویات کے متعلق استفسارات کئے تھے، مولانا مخصوص اللہ کے ساتھ علماء کرام کی بڑی جماعت تھی۔ مولانا رشید الدین خان صاحب نے چودہ سوال لکھ کر مولانا اسماعیل کو دیے۔ مولانا اسماعیل نے تفصیل کے ساتھ ان کے جوابات لکھے ہیں۔

یہ سوال و جواب "رسالہ چہاردہ مسائل" کے نام سے مشتہر ہوا۔ اس رسالہ کا ذکر مکہ مکرمہ کے شیخ الدلائل[1] مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر نے اپنی کتاب "اَلدُّرُّالْمُنَظَّمُ فِی بَیَانِ حُکْمِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ الْاَعْظَمِ" میں کیا ہے۔ صفحہ ۱۰۴ میں تحریر فرمایا ہے:

"حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ در جواب استفتار چہاردہ کہ مولانا رشید الدین خان صاحب نمودہ بودند، اِفادہ فرمودہ در جواب استفتائے سیزدہم کہ عبارتش بعینہا این است:"

اور پھر آپنے تیرھواں سوال اور جواب لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں اس رسالہ کے آخیر میں "چہاردہ مسائل" کو۔ آپ کی یہ کتاب ۱۳۰۴ھ میں تالیف ہوئی ہے اور ۱۳۰۷ھ میں مطبع محمود المطابع دہلی میں چھپی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس رسالے کو مولانا اسماعیل کے پیروان اور ان کے انصار نے نَسْیًا مَنْسِیًّا کرنے کی کوشش کی ہو کیونکہ بدقسمتی سے شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف کی تالیفات زیادہ تر اس جماعت نے شائع کی ہیں۔ مولانا سید ظہیر الدین احمد نے "تاویل الاحادیث" کے خاتمہ میں لکھا ہے:

"آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کردیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیر تبدّل کردیا۔"[2]

میں اس رسالے میں محمد بن عبدالوہاب کے حالات کے اواخر میں نواب قطب الدین خان کی "ظفر الجلیل" کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ ان نام نہاد مدّعیانِ سنّت نے اپنے عقیدے کی بنا پر کیسی کانٹ چھانٹ کی ہے۔ اس سلسلے میں اطرافِ لکھنؤ کے ایک صاحب تشریف لائے اور حال میں ایک کتاب کا جو لکھنؤ سے چھپی ہے اور اس طرح کے تصرّفات سے مالامال ہے، ذکر کیا۔ یہ طریقہ یہود کا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ جو کہ ان لوگوں نے اپنایا ہے یعنی "بے ڈھب کرتے ہیں بات کو اُس کے ٹھکانے سے۔"

میرے پاس یہ رسالہ چہاردہ مسائل اسی زمانے کا لکھا ہوا محفوظ ہے، توحید کے محافظوں کے تصرّفات کو دیکھتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اس رسالے کو اس تالیف میں محفوظ کردیا جائے۔

---

[1] ترکی دورِ حکومت میں شیخ الدلائل کا حرمین شریفین میں ایک منصب تھا وہ دلائل الخیرات کی اجازت لوگوں کو دیتا تھا۔
[2] ملاحظہ کریں "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" از مولانا حکیم محمود احمد برکاتی، ص ۱۹۶

چنانچہ اس تالیف کے آخر میں پہلے مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب، پھر مولانا مخصوص اللہ کا جواب اور پھر "رسالہ چہاردہ مسائل" فارسی، اپنی اصلی صورت پر کہ پہلے چودہ سؤالات اور پھر ان کے جوابات، چوں کہ اس صورت میں ہر جواب کے پڑھتے وقت سوال کو معلوم کرنے کے لئے اوراق پلٹنے پڑتے ہیں، اس لئے ترجمے میں ہر سؤال کے بعد اس کا جواب لکھ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ انصاف پسند حضرات کو توفیق دے کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد اور اہلِ خاندان کی تالیفات کو بلا کسی تصرّف کے طبع کریں۔

حکیم صاحب نے "تقویۃ الایمان" کو مُحَرَّف اور غیر معتبر قرار دیا ہے اور مولانا سیّد احمد بجنوری[1] اور مولانا حسین احمد مدنی کی تحقیق میں تقویۃ الایمان کی نسبت مولانا اسماعیل کی طرف صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات موجود ہیں جو ایک محقّق عالم کے شایانِ شان نہیں۔ بے شک مولانا اسماعیل کی علمیت اسی کی مقتضی ہے لیکن تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِی السُّفُنُ۔

اگر مولانا اسماعیل کے احوال پر نظر ڈالی جائے تو کوئی غرابت نہیں۔ "اَرْوَاحِ ثَلَاثَہ" میں ہے کہ مولانا محمد علی اور مولانا احمد علی نے شاہ عبدالعزیز سے کہا: مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کر دیا ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبدالقادر سے کہا: میاں تم اسماعیل کو سمجھا دو کہ رفع یدین نہ کرے۔ انھوں نے کہا: حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اور پھر شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی اسماعیل کو کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ مولوی اسماعیل نے مولوی یعقوب سے کہا: اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے: "مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ"۔ جب یہ جواب شاہ عبدالقادر کو پہنچا۔ انھوں نے کہا: بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنّت کے مقابلے میں خلافِ سنّت ہو اور مَا نَحْنُ فِیْهِ میں سنّت کے مقابلے میں دوسری سنّت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنّت ہے ارسال بھی سنّت ہے۔[2]

---

[1] ملاحظہ کریں: انوار الباری، ج ۱۱ ص ۱۰۷ [2] از ارواحِ ثلاثہ، حکایت ۴۳، باختصار

شاہ عبدالقادر آپ کے مشفق چچا تھے، اُستاد تھے، علمِ ظاہر و باطن میں صاحبِ کمال، وہ اپنے برادرِ کلاں سے عرض کرتے ہیں: "وہ مانے گا نہیں"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا اسمٰعیل میں خود رائی تھی اور وہ اپنے اعمامِ گرامی کی نصائح کا خیال نہیں کرتے تھے۔ تقویۃ الایمان کے متعلق وہ خود کہتے ہیں:

"اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدّد بھی ہوگیا ہے"۔
اور کہتے ہیں: "گو اس سے شورش ہوگی مگر توقّع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا"۔[1]

تعجّب ہے کہ دین کے نام پر شورش برپا کی جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے۔ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا، اختلافات پیدا ہوئے، گھر گھر میں فساد برپا ہوا، بھائی بھائی کا دشمن بنا، اللہ اپنا رحم فرمائے ـــــــ مولانا سیّد احمد رضا بجنوری نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے[2]:

"تقویۃ الایمان کی اشاعت میں ہمارے سلفی بھائیوں نے بھی ہمیشہ دل چسپی لی ہے اور اس کے عربی ترجمے بھی شائع کئے ہیں لیکن ہمارے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تحقیق میں اس کتاب کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے (مکتوب مدنی) اور ہم بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ان کی تالیف نہیں ہے کیوں کہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات ملتے ہیں جو حضرت شہید ایسے متحقق و متبحر عالم کے لیے شایانِ شان نہیں تھے، دوسرے (حدیث) اَطِیطِ عرش بھی اس میں نقل کی گئی ہے جو ایک محدّث کی شان سے بعید ہے، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانانِ ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوّے فی صد حنفی المسلک، ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات کی نظیر دُنیاے اسلام کے کسی خطّے میں بھی، ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔"

مولانا بجنوری نے حقیقت امر کا اظہار کیا ہے، پروردگار آپ کو اجرِ کثیر دے۔

مولانا مخصوص اللہ کے مکتوب کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں وہ "تقویۃ الایمان" کو "تَفْوِیۃ الایمان" 'فا' سے کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "یہ رسالہ بُرائی اور بگاڑ پھیلاتا ہے"۔

ڈاکٹر قمر النّساء ایم۔ اے نے عربی میں کتاب "اَلْعَلَّامَۃُ فَضْلُ حَقِّ اَلْخَیْرُ آبَادِیُّ" لکھ کر

---

[1] ملاحظہ کریں ارواحِ ثلاثہ کی حکایت ۵۹ کو [2] انوار الباری، ج ۱۱ ص ۱۰۷

عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد، دکن، سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب اب تک چھپی نہیں ہے، میں نے قلمی نسخے کا مطالعہ کیا ہے، صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے:

اِعْتَرَفَ الْبُرُوْفَیْسَرْ مُحَمَّدُ شُجَاعِ الدِّیْنِ الْمُتَوَفّٰی سَنَۃَ ۱۹۶۵ءَ رَئِیْسُ قِسْمِ التَّارِیْخِ بِکُلِّیَّۃِ دِیَال سِنْگھ بِلَاھُوْر، فِیْ مَکْتُوْبِہٖ اِلَی الْبُرُوْفَیْسَرْ خَالِدِ الْبَزْمِیْ بِلَاھُوْر، اِنَّ الْاِنْجِلِیْزِیِّیْنَ قَدْ وَزَّعُوْا کُتُبَ تَقْوِیَۃِ الْاِیْمَانِ بِغَیْرِ ثَمَنٍ۔

"پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی ہے۔ اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی کو لاہور لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔"

انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء میں دِلّی کی جامع مسجد میں ہوئے اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے، اور یہ سب کچھ اس کتاب کی وجہ سے ہوا۔ لہٰذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کرے۔

لاہور پاکستان میں "بیس بڑے مسلمان" کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے۔ اس کا پیش لفظ علّامہ خالد محمود ایم، اے نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:[1]

"۱۸۷۰ء وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے، جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ 'دی ارائیول آف برٹش ایمپائر اِن انڈیا' کے نام سے شائع کی گئی جس کے دو اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

رپورٹ سربراہ کمیشن سرولیم ہنٹر: "مسلمانوں کا مذہباً عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور اُن کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے، جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ

---

[1] ملاحظہ کریں اس کتاب کے صفحہ ۶ کو۔

ہے اور جہاد کے لئے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انھیں حکومت کے خلاف اُبھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان: یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے، اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدّار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائیں جو ظِلّی نبوّت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہوجائے تو اُس کے حلقۂ نبوّت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہوجائیں گے، لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے[1]، یہ کام ہوجائے تو اس شخص کی نبوّت کو حکومت کے زیرِ سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برّصغیر کی تمام حکومتوں کو غدّار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اُس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غدّاروں کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برِّصغیر کے چپّہ چپّہ پر حکمران ہوچکے ہیں اور ہر طرف اَمن و امان بھی بحال ہوگیا ہے، تو اُن حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔"

---

[1] مثل مشہور ہے جوئندہ یابندہ، انگریزوں نے تلاش جاری رکھی اور اُن کو غلام احمد قادیانی مل گیا، بھلا ہو ہمارے علمایِ اعلام کا کہ اُن کی پیہم کوششوں کی بہ دولت " اس کے حلقۂ نبوّت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل" ہونے سے رہ گئے۔ میں نے ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۷ء میں جناب الیاس برنی رَحمۃُ اللہ رَحمۃً وَاسِعۃً کی کتاب " قادیانی مذہب" اور کتاب " قادیانی قول و فعل" کا مطالعہ کیا۔ جب غلام قادیانی کا یہ قول پڑھا ؎

آنچہ دادست ہر نبی را جام — داد آن جام را مرا بہ تمام
کم نیم زان ہمہ بہ روے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

اُس وقت سترّہ ابیات کا ایک قطعہ فارسی میں نظم ہوا، اس کے چند ابیات یہ ہیں:

اے غلامِ قادیاں بشنو زمن — نیست در دُنیا لعینے غیر تو
دشمنِ اسلام گشتی بے خرد — بہرِ کافرجاں دہی ہم آبرو
دعوئے الہام کردی اوّلین — باز آمد وَحیِ لَندَن در حلو
مُلہِمَت ابلیس و مُوحِی شد فرنگ — پُر ز خمرش جام کردی ہم سبُو
تو تیلے چشم کردی خاکِ در — وز غُلامی طوقِ لعنت در گلُو
تا نہالِ کافراں در مُلکِ ہند — بیخ گیرد، نشو یابد ہم نمو
نیست شیطاں اندریں عالَم کسے — غیر شخصت نیک دانم ذاتِ او
مرتد و کافر شدی تَبَّتْ یَدَاکَ — لعنتِ حق دائما بر فرقِ تو

خاندان شاہ ولی کے حالات پڑھنے اور سمجھنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولانا اسماعیل نے واعظی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ ارواحِ ثلاثہ کی حکایت ۵۹ میں ہے:

"حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا۔ اس زمانے میں مولانا اسماعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبدالحی صاحب مساجد میں، چھ مہینے کے بعد جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔"

واعظی میں دقتِ نظر اور نکتہ سنجی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عوام کو شیریں بیانی سے کسی کام کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے۔ مولانا اسماعیل نے واعظی کی ابتدا اپنے گرامی قدر اعمامِ ثلاثہ کی حیات میں کرلی تھی، اور آپ پر واعظی کا رنگ چڑھ چکا تھا۔ شاہ عبدالقادر کا یہ کہنا: "حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں"۔ اس کی غمازی کر رہا ہے۔ تقویۃ الایمان اس دورِ واعظی کی تالیف ہے، اس میں دقتِ نظر سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ حکایت ۵۹ میں تقویۃ الایمان کے متعلق مولانا اسماعیل کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔"

یہی وہ خرابی ہے جس نے علماء کرام کو پریشان کیا ہے۔ مولانا مخصوص اللہ نے تیسرے سوال کے جواب میں لکھا ہے:

"حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق، نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا۔"

مولانا مخصوص اللہ نے اس خرابی کا بیان کیا ہے۔ اگرچہ محمد بن عبدالوہاب اور مولانا اسماعیل کے مُعتَقِدِین و مُحبّزِین و پیروان وعقیدت منداں اس نوع بیان کو پسند کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے، کہ یہ لوگ تقویۃ الایمان کی مدح سرائی اس انداز سے کرتے ہیں کہ بڑی سے بڑی کتاب کی شاید کوئی کرے۔ میں جب ان افراد کی والہانہ مدح سرائی کو پڑھتا ہوں اس قول کی طرف ذہن راجع ہوتا ہے:

"لیلیٰ را بہ چشمِ مجنون باید دید۔"

محمد بن عبدالوہاب ہوں یا مولانا اسماعیل یا کوئی اور، کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مکروہِ تنزیہی کو مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تحریمی کو حرام قطعی قرار دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۔ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۔

" سو تم سمجھاؤ، تمہارا کام سمجھانا ہی ہے، تم ان پر داروغہ نہیں ہو، جس نے مُنہ موڑا اور مُنکر ہوا، تو اللہ اس کو سزا دے گا بہت سخت سزا۔ بے شک ہمارے ہی پاس اُن کو پھر آنا ہے، پھر بے شک ہمارے ذمّے اُن سے حساب لینا ہے۔"

حساب کا لینا اور پھر شان جلالی یا جمالی دکھانی اُسی حکیم مطلق کا کام ہے، **اپنا اعتقاد یہ ہے :**

اُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ " امت خطا کار ہے اور پالنے والا بخشنے والا ہے۔"

تقویۃ الایمان پر صحیح طور سے تبصرہ کرنا، ایک طویل عمل ہے۔ میں مختصر طور سے **تقویۃ الایمان** کے مأخذ اور اصل کا اور سات عبارتوں پر تبصرہ لکھتا ہوں :

تقویۃ الایمان کی حقیقت : میرے سامنے تقویۃ الایمان کا وہ نسخہ ہے جس کو ماہِ شوّال ۱۲۷۰ھ میں حاجی محمد قطب الدین نے سیّد محمد عنایت اللہ کے اہتمام سے مطبع صدّیقی واقع شاہجہان آباد (دہلی) میں طبع کرایا ہے۔ اس کے نوّے صفحات ہیں اور حاشیے پر میر محبوب علی کی تشریحات ہیں اور ترتیب اس طرح ہے :

ابتدا بسم اللہ سے، پھر حمد و صلاۃ اور دُعاے توفیق نیک،

پھر چار صفحات کا دیباچہ ہے۔ اس دیباچے میں دو (۲) آیات مبارکہ سے استدلال ہے۔

اور دیباچے کے آخر میں لکھا ہے : اس رسالے کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے:

پہلے باب میں بیان توحید کا اور بُرائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباعِ سنّت کا اور برائی بدعت کی،

پھر باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں ہے، اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الاوّل فی الاجتناب عن الاشراک ہے، اس میں تین (۳) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الثانی فی ذکر ردّ الاشراک فی العلم ہے، اس میں پانچ (۵) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الثالث فی ذکر ردّ الاشراک فی التصرف ہے، اس میں پانچ (۵) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الرابع فی ذکر ردّ الاشراک فی العبادۃ ہے، اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔

پھر الفصل الخامس فی ذکر ردّ الاشراک فی العادۃ ہے، اس میں چھ (۶) آیات سے استدلال ہے۔

کل تینتیس (۳۳) آیات مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس میں سے دو آیتیں دیباچے میں اور اکتیس پانچ فصلوں میں ہیں۔

ہابی کا رسالہ: یہ وہ مختصر رسالہ ہے جو طائف سے اہلِ مکہ کو جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو پہنچا ہے اور اسی دن بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر وہاں کے علماء کرام نے اس کا رد لکھا۔ اس رسالے کی کیفیت اس طرح ہے کہ شروع میں نہ بسم اللہ ہے اور نہ حمد و صلاۃ۔ ابتدا اس طرح کی ہے:

اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا تَفْصِيْلٌ لِمَا اَجْمَلَهٗ وَتَلْخِيْصٌ لِمَا فَصَّلَ الْمَوْلَى الْمُسْتَطَابُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِمَامُ الْمُوَحِّدِيْنَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ طُوْبٰى لَهٗ وَحُسْنُ مَاٰبٍ اِقْتَصَرْنَاهُ مِنْ كِتَابِنَا الْكَبِيْرِ لِتَسْهِيْلِ الضَّبْطِ عَلٰى كُلِّ قَارِئٍ مِنَ الْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ مُرَتَّبٌ عَلٰى بَابَيْنِ اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِيْ رَدِّ الشِّرْكِ وَالْبَابُ الثَّانِيْ فِيْ رَدِّ الْبِدْعَةِ اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِيْ رَدِّ الشِّرْكِ وَفِيْهِ خَمْسَةُ فُصُوْلٍ.

پھر پانچ فصول اس نام و ترتیب سے ہیں:

الفصل الاوّل فی تحقیق الشرک وتقبیحہٖ وتقسیمہٖ، اور اس فصل میں (۷) آیات ہیں۔

الفصل الثانی فی ردّ الاشراکِ فی العلمِ، اور اس میں (۶) آیات ہیں۔

الفصل الثالث فی ردّ الاشراکِ فی التصرّفِ، اور اس میں (۶) آیات ہیں۔

الفصل الرابع فی ردّ الاشراکِ فی العبادۃِ، اور اس میں (۵) آیات ہیں۔

الفصل الخامس فی ردّ الاشراکِ فی العادۃِ، اور اس میں (۳) آیات ہیں۔

بہ حساب شمار کے یہ (۲۷) آیات ہوئیں، چوں کہ پہلی فصل کی دوسری آیت کا آخری حصہ تیسری فصل میں چھٹی آیت ہے۔ اس لئے اس رسالے میں کُل (۲۶) آیتیں ہوئیں۔

پہلی فصل میں نجدی نے اس عبارت سے ابتدا کی ہے:

"اِعْلَمُوْا اَنَّ الشِّرْكَ قَدْ شَاعَ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ وَذَاعَ وَالْاَمْرُ اِلٰى مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَقَالَ: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ".

جان لو، کہ اس زمانے میں شرک بہت شائع اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہوگئی ہے جس کا بیان اللہ نے کیا ہے اور کہا ہے: "اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔"

اور دوسری فصل "فی ردّ الاشراک فی العلم" کے آخر میں لکھا ہے:

"ہماری بڑی کتاب التوحید اور اس کی فصلوں میں زیادہ بیان ہے۔"

اور پانچویں فصل کے آخر میں درج ذیل عبارت لکھی ہے اور اس عبارت پر رسالے کو ختم کیا ہے:

هٰذَا اٰخِرُ مَا اَوْرَدْنَا فِي بَابِ الشِّرْكِ هٰهُنَا وَفِيْهِ كِفَايَةٌ وَمَنْ شَاءَ زِيَادَةَ تَفْصِيْلٍ فَلْيَرْجِعْ اِلٰى كِتَابِنَا الْكَبِيْرِ وَالْفُصُوْلِ وَرَسَائِلَ مُفْرَدَةٍ فِيْ مَسْئَلَةٍ لِاَهْلِ مِلَّتِنَا مِنَ الْمُوَحِّدِيْنَ وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا مِنْ اِفْرَادِ الْاَقْسَامِ الْاَرْبَعَةِ شِرْكٌ اَكْبَرُ يَجِبُ النَّهْيُ عَنْهُ وَالْقِتَالُ عَلَيْهِ حِلًّا وَحَرَمًا كَمَا قَاتَلَ مُحَمَّدٌ اَهْلَ مَكَّةَ، فَاِنَّ مُشْرِكِيْ زَمَانِهٖ كَانُوْا اَخَفَّ شِرْكًا مِنْ مُؤْمِنِيْ هٰذَا الزَّمَانِ لِاَنَّ اُولٰئِكَ كَانُوْا يُخْلِصُوْنَ لِلّٰهِ فِي الشَّدَائِدِ وَهٰؤُلَاءِ يَدْعُوْنَ نَبِيَّهُمْ وَمَشَائِخَهُمْ فِي الشَّدَائِدِ وَلَا تَغْتَرَّ بِشُيُوْعِ اَقْسَامِ الشِّرْكِ فِي الْحِجَازِ فَاِنَّ اَصْلَ الشِّرْكِ كَانَ فِيْ اٰبَائِهِمْ فَرَجَعُوْا اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ وَاَمَّا سَائِرُ الْمَعَاصِيْ فَيَجِبُ فِيْهَا اِجْرَاءُ الْحُدُوْدِ وَالتَّعْزِيْرَاتِ كَمَا وَرَدَ فِي الشَّرْعِ خَلَا الْبِدْعَاتِ فَاِنَّهَا تَبَعٌ لِلشِّرْكِ الْاَكْبَرِ وَيَتْلُوْ هٰذَا الْبَابَ بَابُ الْبِدْعَةِ.

”اور بابِ شرک کا اس جگہ یہ آخری بیان ہے اور اس میں کفایت ہے، اور جو کوئی زیادہ تفصیل کا طالب ہو وہ ہماری بڑی کتاب اور فصول اور اُن مستقل رسائل کی طرف رجوع کرے جو ہماری ملّتِ موحدین کے لئے ہیں اور جو کچھ اقسامِ شرک کے چاروں قسم میں بیان ہوا ہے وہ شرکِ اکبر ہے، اس سے روکنا واجب ہے، اور اس پر حِل و حرم میں قتال کرنا ہے جس طرح (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل مکہ سے قتال کیا۔ آپ کے زمانے کے مشرک شرک میں ہلکے تھے اس زمانے کے مومنوں سے، کیونکہ وہ مشرک سختیوں میں اللہ سے اخلاص کرتے تھے اور یہ لوگ سختیوں میں اپنے نبی اور مشائخ کو پکارتے ہیں، اور حجاز میں جو شرک کے اقسام پھیل رہے ہیں اس سے دھوکا نہ کھاؤ کیونکہ اصل شرک ان کے باپ دادا میں تھا اور وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پلٹے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف طور پر کہدیا ہے اور مسلم نے عائشہ سے روایت کی ہے اور باقی تمام گناہوں میں حدود اور تعزیرات کا اجرا کرنا واجب ہے، سوا بدعتوں کے کیونکہ وہ شرک اکبر کے تابع ہیں۔ اور اس باب کے بعد بابِ بدعت ہے۔“

اب وہابی کے ردّ الاشراک سے مولانا اسماعیل کی ”تقویۃ الایمان“ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

مولانا اسماعیل نے ابتدا بسم اللہ سے کی ہے اور اُردو میں حمد وصلاۃ لکھ کر تین صفحات کا دیباچہ لکھا ہے۔ اور آخیر میں یہ لکھا ہے :

”اس رسالے کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے، پہلے باب میں بیان

توحید کا اور بُرائی شرک کی، دوسرے باب میں اتباع سنّت کا اور بُرائی بدعت کی، باب پہلا توحید وشرک کے بیان میں، سننا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب "۔

پھر آدھے صفحے کے بعد لکھا ہے :

" سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں : وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ. اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں"۔

مولانا اسماعیل نے دیباچے میں دو آیتیں اور باب پہلے میں چھ آیتیں لکھی ہیں۔

پھر الفصل الاوّل فی الاجتناب عن الاشراکِ ہے' اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثانی فی ذکر ردّ الاشراکِ فی العِلم ہے' اور اس میں تین آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الثالث فی ذکر ردّ الاشراکِ فی التصرّفِ ہے' اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الرابع فی ذکر ردّ الاشراکِ فی العبادۃِ ہے، اور اس میں چھ آیتیں ہیں۔

پھر الفصل الخامس فی ذکر ردّ الاشراکِ فی العادۃِ ہے' اور اس میں چھ آیتیں ہیں۔

کُل تینتیس آیتیں ہیں' ان میں سے بائیس آیتیں نجدی کے رسالے سے لی ہیں' اور گیارہ آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔

نجدی نے اپنے رسالے کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ دو ابواب پر مرتب ہے' پہلا باب ردّ شرک میں اور دوسرا ردّ بدعت میں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا اسماعیل تقویۃ الایمان کے شروع میں لکھتے ہیں۔ اس میں دو باب ٹھہرائے، حالانکہ موجود ایک ہی باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ ۷ محرّم ۱۲۲۱ھ کو جو رسالہ مکہ مکرّمہ بھیجا ہے اس میں صرف ایک ہی باب ہے۔

مولانا اسماعیل نے نجدی کے رسالۂ ردّ الاشراک کو ہر وجہ سے اپنایا ہے۔

نجدی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، آپ نے بھی دو باب ٹھہرانے کا بیان کیا۔

نجدی کی ۲۶ منتخب کردہ آیات میں سے ۲۲ آیات مبارکہ کو آپ نے لیا ہے۔

نجدی نے جو نام فصول کے رکھے ہیں وہی نام آپ نے رکھے ہیں۔

نجدی نے جس آیت سے اور بیان سے آغاز کی ہے' آپ نے بھی اسی آیت اور بیان سے

ابتدا کی ہے اور پھر آیات شریفہ کے بیان میں نجدی کے بیان کا رنگ کہیں غالب کہیں برابر اور کہیں کچھ کم ہوتا ہے، مثال کے طور پر نجدی کے رسالہ ردّالاشراک کی ایک عبارت اور اس کا ترجمہ لکھتا ہوں اور پھر مولانا اسماعیل کی تقویۃ الایمان کی عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو حقیقت امر سے آگاہی ہو۔

نجدی نے فصل اوّل کے آخر میں لکھا ہے :

فَمَنْ فَعَلَ بِنَبِيٍّ اَوْ وَلِيٍّ اَوْ قَبْرِهٖ اَوْ اٰثَارِهٖ اَوْ مَشَاهِدِهٖ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئًا مِنَ السُّجُوْدِ وَ الرُّكُوْعِ وَبَذْلِ الْمَالِ لَهٗ وَ الصَّلَاةِ لَهٗ وَ الصَّوْمِ لَهٗ وَ التَّمَثُّلِ قَائِمًا وَ قَصْدِ السَّفَرِ اِلَيْهِ وَالتَّقْبِيْلِ وَالرَّجْعَةِ الْقَهْقَرِيِّ وَقْتَ التَّوْدِيْعِ وَضَرْبِ الْخِبَاءِ وَارْخَاءِ السِّتَارَةِ وَالسَّتْرِ بِالثَّوْبِ وَالدُّعَاءِ مِنَ اللّٰهِ هَاهُنَا وَالْمُجَاوَرَةِ وَالتَّعْظِيْمِ حَوَالَيْهِ وَاعْتِقَادِ كَوْنِ ذِكْرِ غَيْرِ اللّٰهِ عِبَادَةٌ وَتَذَكُّرِهٖ فِي الشَّدَائِدِ وَدُعَاءِهٖ بِنَحْوِ يَا مُحَمَّدُ يَا عَبْدَ الْقَادِرِ يَا حَدَّادُ يَا سَمَّانُ فَقَدْ صَارَ مُشْرِكًا وَكَافِرًا بِنَفْسِ هٰذِهِ الْاَعْمَالِ سَوَاءٌ اِعْتَقَدَ اِسْتِحْقَاقَهٗ لِهٰذَا التَّعْظِيْمِ بِذَاتِهٖ اَوْ لَا

”جو شخص کسی نبی یا ولی کو یا اس کی قبر اور آثار کو یا اس کے ٹھکانے اور اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کو سجدہ یا رکوع کرے اور اس کے لئے مال خرچ کرے، اور اس کے لئے نماز پڑھے اور اس کے لئے روزے رکھے اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوئے اور اس کے لئے سفر کرے یا بوسہ دے یا رخصت کے وقت اُلٹے پاؤں چلے یا خیمہ لگائے یا پردہ لٹکائے یا اس کو کپڑے سے ڈھانکے یا اس جگہ اللہ سے دعا کرے یا وہاں کی مجاورت اختیار کرے یا اس کے قرب و جوار کی تعظیم کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ غیر اللہ کا ذکر عبادت ہے اور اس کو شدائد کے وقت یاد کرے یا اس کو آواز دے جیسے یا محمد، یا عبدالقادر یا حدّاد یا سمّان۔ وہ شخص ان افعال کی وجہ سے مشرک اور کافر ہوا چاہے وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس تعظیم کے مستحق اپنی ذات سے ہیں۔ یا نہ رکھتا ہو۔“

مولانا اسماعیل نے ”باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں“ کے اواخر میں لکھا ہے :

”پھر جو کوئی کسی پیر دپیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی کی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلّے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرّک کو یا نشان کو یا توپ کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اُس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوئے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں

دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف ڈالے یا چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔"

ناظرین! نجدی کی عبارت کے ترجمے کو اور تقویۃ الایمان کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔ جتنا فرق ان دو عبارتوں میں نظر آئے اُتنا ہی فرق دونوں رسالوں میں ہے اور جو فرق حکم میں پایا جائے اُتنا ہی فرق نجدی اور دہلوی میں ہے ــــ نجدی کہتا ہے: ان افعال کی وجہ سے ان کا کرنے والا مُشرک اور کافر ہوا، اور دہلوی نے لکھا ہے کہ کرنے والے پر شرک ثابت ہوا۔ جو شخص قصد کر کے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کے لئے دُور دراز علاقے سے سفر کر کے جائے نجدی کے نزدیک وہ کافر و مُشرک ہوا اور دہلوی کے نزدیک اس پر شرک ثابت ہوا۔

مولانا مخصوص اللہ نے مولانا فضل رسول بدایونی کو ان کے چوتھے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

"وہابی کا رسالہ متن تھا یہ شخص گویا اُسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔"

مولانا مخصوص اللہ نے لفظ "گویا" لکھ کر معاملہ واضح کر دیا ہے کہ نہ وہ پوری طرح اس کے شارح ہیں اور نہ اس سے الگ ہیں۔ آپ نے اور آپ کے بھائیوں اور آپ کے خاندان کے گرامی قدر شاگردوں نے پہلے ہی دن سے اس کتاب سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا ہے۔ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں پوری طرح اس کا اعلان ہوا، اس وقت سے علماء اہلِ سنت و جماعت اس کا رد لکھ رہے ہیں اور برادرانِ اسلام کو غلط روش سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت علامہ وحید الزمان فاروقی حیدر آبادی متوفی ۱۳۳۸ھ کی عبارت ہے، آپ نے علماء کبار سے پڑھا، اواخر میں آپ اہل حدیث کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ آپ نے لکھا ہے[1]:

"ہمارے بعض متأخرین احباب نے بلا وجہ سختی کی ہے اور اسلام کے وسیع دائرے کو یہاں تک تنگ کر دیا ہے کہ مکروہ اور حرام چیزوں کو شرک قرار دیا ہے۔"

علامہ وحید الزمان نے یہ عبارت اپنی کتاب "ہدیۃ المهدی" میں لکھی ہے اور پھر حاشیے میں آپ نے لکھا ہے:

---

[1] ملاحظہ کریں رسالۂ التوسل للفاضل الهزاردی، ص ۴۴

" میں نے جو کتاب میں " بعض متاخرین احباب " کہا ہے، اس لفظ سے میری مراد شیخ محمد بن عبدالوہاب ہے کیونکہ اس نے ان ہی امور کو شرک کہا ہے جیسا کہ اس کے اہلِ مکہ کے نام ایک مکتوب سے سمجھا جاتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں محمد بن عبدالوہاب کی پیروی کی ہے ۔"

علامہ وحید الزمان نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں محمد بن عبدالوہاب کی پیروی کی ہے لیکن مولانا اسماعیل کے تذکرہ نگاران پوری طرح اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں، وَلِلنَّاسِ فِي مَا يَعْشِقُونَ مَذَاهِبُ .

میں تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر تبصرہ کرتا ہوں تاکہ حقیقتِ امر واضح تر ہو جائے ۔

تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں پر تبصرہ :

(۱) سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں : وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ .

ترجمہ : " اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں " ۔ ص۶

مولانا نے ایمان کا ترجمہ اسلام سے کیا ہے، ہٰذا بِاللّٰهِ کا ترجمہ نہیں کیا۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے : " اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں ۔"

علماء کرام نے تفاسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول مشرکین کے لَبَّيْكَ کہنے کے سلسلے میں ہوا ہے۔ وہ حج میں کہا کرتے تھے : لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكًا تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ " حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، تیرا شریک نہیں سوا ایک شریک کے کہ اس کا اور اس کی ملکیت کا تو مالک ہے ۔"[1]

علامہ محمد الخضری بک نے لکھا ہے کہ امیر المومنین عمر نے ابنِ عباس سے دریافت کیا کہ اس اُمت میں اختلاف کیسے ہوگا جبکہ ان کا نبی ایک ہے؟ ابن عباس نے کہا : امیر المومنین ! ہم پر قرآن نازل ہوا، پھر ہم نے اس کو پڑھا اور ہم کو معلوم ہوا کہ کس کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے اور ہمارے بعد وہ لوگ ہوں گے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور ان کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ اپنی رائے سے اس کا بیان کریں گے اور جب وہ اپنی رائے لائیں گے ان میں اختلاف ہوگا۔ ابن وہب بُکَیر سے روایت کرتے ہیں کہ بُکَیر نے نافع سے دریافت کیا کہ حَرُورِیَّہ کے متعلق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ (حَرُورِیَّہ خوارج کو کہتے ہیں) نافع نے کہا : وہ ان کو شِرَارَ

---

[1] ملاحظہ کریں تفسیر قرطبی، ج۹ ص ۲۷۲ ؛ اور تفسیر مظہری از سورۂ یوسف ص ۷۳ ۔

خَلقِ اللہ ، سمجھتے تھے (یعنی بدترین خلائق) حَرُوْرِیہ نے اُن آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر لگادیں[1]

مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی کی اور وہی لکھ گئے جو اس نے لکھا تھا اور اس آیت کو بلاوجہ مومنوں پر چپکادیا، اور اس کی وجہ سے اُردو ترجمہ کرنے میں ناجائز تصرّف کرنا پڑا۔ اور ہندوستان جنّت نشان دَارُالزَّلَازِلِ وَالفِتَنِ بنا۔ کہاں ندا، استغاثہ اور توسّل اور کہاں اللہ کے واسطے ایک شریک کا ثابت کرنا۔ "عقل ز حیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است"۔

(۲) عوام النّاس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے، سو ہماری طاقت کہاں کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں بہت باتیں صاف صریح ہیں، ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں چنانچہ سورۂ بقر میں فرمایا ہے : وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَمَا یَکْفُرُ بِہَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ۔" بیشک اُتاریں ہم نے تیری طرف باتیں کُھلی اور مُنکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں"۔ ص۳

مولانا اسماعیل عوام النّاس سے فرماتے ہیں: "قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں، ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں" اور آپ کے بڑے چچا شاہ عبدالعزیز سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰۸ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں[2]

ابوجعفر نحاس کا بیان ہے کہ حضرت علی کوفے میں داخل ہوئے اور آپ نے وہاں کی مسجد میں ایک شخص کو وعظ کرتے دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ کسی نے کہا: ایک واعظ ہے جو لوگوں کو خدا کا خوف دلاتا اور گناہوں سے روکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا مقصد خود نمائی ہے، جاؤ اس سے معلوم کرو کہ ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہے، چنانچہ جب اس سے دریافت کیا گیا، اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت علی نے اس کو مسجد سے نکلوادیا۔

یہ مسلّم ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات صاف و صریح ہیں اور یہ بھی مسلّم ہے کہ قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا بے مثل نمونہ ہے۔ استعارہ، تشبیہ، کنایہ، مجاز اور ترادُف سے مالامال ہے۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن جمال الدین ابن جوزی نے لکھا ہے:[3]

---

[1] کتاب اصول الفقہ مطبوعہ مطبع تجاریہ، ص ۲۱۱ [2] تفسیر عزیزی، ص ۵۰۰ [3] المدہش، ص ۱۵۔

"قرآن مجید میں دِین' کا لفظ دس معانی میں استعمال ہوا ہے' بہ معنی ۱ جزا، ۲ اِسلام، ۳ عذاب، ۴ طاعت، ۵ توحید، ۶ حُکم، ۷ حَد، ۸ حِساب، ۹ عبادت، ۱۰ مِلّت۔"

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی نے امام فضیل بن عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے:[1]

"فضیل بن عیاض نے فرمایا: تم کو قرآن مجید کا علم اس وقت تک حاصل نہ ہوگا کہ تم کو قرآن مجید کے اِعْرَاب کا، مُحکَم اور مُتشابہ کا، ناسخ اور منسوخ کا علم نہ ہوجائے اور جب اُس کا علم تم کو ہوجائے تم فضیل اور ابن عیینہ سے مستغنی ہوجاؤ گے۔"

حضرت عدی بن حاتم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۷ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ، سُنی۔ یعنی "کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تم کو دھاری سفید جُدا دھاری سیاہ فجر کی۔" چونکہ عربی میں خَیط تاگے کو کہتے ہیں لہٰذا انھوں نے ایک کالا تاگا اور ایک سفید تاگا اپنے بستر کے نیچے رکھ لیا، وہ ان کو نکال کر دیکھ لیا کرتے تھے اور انھوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا عام فہم زبان میں بامحاورہ اُردو ترجمہ کیا ہے، آپ نے ایک ورق کا مقدمہ لکھا ہے اور اس میں تحریر فرماتے ہیں:

"چند ہندوستانیوں کو معنیِ قرآن اس سے آسان ہوئے لیکن اب بھی اوستاد سے سند کرنا لازم ہے' اوّل معنیِ قرآن بغیر سند معتبر نہیں' دوسرے ربطِ کلامِ ماقبل و مابعد سے پہچاننا اور قطعِ کلام سے بچنا بغیر اوستاد نہیں آتا، چناں چہ قرآن زبان عربی ہے اور عرب بھی محتاجِ اوستاد تھے۔"

علّامہ ابن مرزوق نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے:[2]

وَاَذَنَ لِكُلِّ مَنْ اِتَّبَعَهُ اَنْ يُفَسِّرَ الْقُرْاٰنَ بِحَسَبِ فَهْمِهٖ فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

"کہ انھوں نے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے رکھی تھی کہ اپنی سمجھ سے قرآن مجید کی وضاحت اور بیان کریں، چناں چہ اُن میں سے ہر ایک یہی کرتا تھا۔"

مولانا اسماعیل نے جو کچھ لکھا ہے' ان کا مقصد کیا ہے اور محمد بن عبدالوہاب نے کیا کہا ہے اور کس مقصد سے کہا ہے' اس کا علم اللہ کو ہے۔ ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ دونوں کے پیروان اپنی عقل و فکر کو مقدّم

---

۱ الجامع لاحکام القرآن' ج۱، ص ۲۲ ۲ ملاحظہ کریں کتاب التوسل بالنبی و جہلۃ الوہابیّین، ص ۲۴۴، ۲۴۵۔

رکھتے ہیں اور علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مسلک اور ان کے اجتہادات کے دلدادہ ہیں اور یہ دلدادگی بھی چند روزہ ہے کیونکہ یہ لوگ پوری طرح آزادی کی راہ پر لگ جاتے ہیں۔ ائمہ مجتہدین پر جرح وتنقید ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ اِقْتَدَوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ تک معیارِ حق نہیں ہو سکتے یعنی "پیروی کرو اُن دُو کی جو میرے بعد ہوں گے" اور وہ ابو بکر و عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔

مولانا اسماعیل اپنے اتباع سے کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف وصریح ہیں، ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ کے شان نزول کی طرف خود جناب مولانا نے التفات نہ کی اور وَمَا يُؤْمِنُ کو وَمَا يُسْلِمُ قرار دیکر بِاللّٰهِ کے بیان کو چھوڑ کر عاجز اور اَن پڑھ مسلمانوں کو مشرک ٹھیرانے کا انتظام کر دیا۔ اگر اس عبارت کے لکھتے وقت شانِ نزول پر آپ کی نظر ہوتی یہ صورت واقع نہ ہوتی۔

علامہ حافظ عماد الدین ابو الفدا، اسماعیل بن عمر بن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور علامہ حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی نے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں سورۃ العٰدِیٰت کے بیان میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حِجر میں یعنی حَطِیم میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کے متعلق استفسار کیا۔ میں نے کہا: یہ وہ گھوڑے ہیں جو جہاد سے رات کو لوٹتے ہیں۔ وہ شخص میرے پاس سے حضرت علی کے پاس گیا اور وہ زمزم کے سِقایہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان سے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا: کیا پہلے تم کسی سے پوچھ چکے ہو؟ اس نے کہا: میں ابن عباس سے پوچھ چکا ہوں، اور انھوں نے کہا: اَلْخَيْلُ حِيْنَ تُغِيْرُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. ("جب اللہ کی راہ پر گھوڑے جہاد پر جاتے ہیں") حضرت علی نے کہا: جاؤ ابن عباس کو بلا لاؤ۔ جب وہ آگئے اور آپ کے پاس کھڑے ہو گئے، آپ نے اُن سے فرمایا: اَتُفْتِي النَّاسَ بِمَا لَا عِلْمَ لَكَ ("کیا تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو جس کا تم کو علم نہیں ہے") قسم بہ خدا، پہلا غزوہ اسلام میں بَدر کا تھا اور ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے، ایک زبیر کا اور ایک مِقداد کا۔ تو گھوڑے اَلْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کیسے ہو سکتے ہیں، یہ تو عَرَفَہ سے مُزْدَلِفَہ اور مزدلفہ سے مِنیٰ کی آمد ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: فَنَزَعْتُ عَنْ قَوْلِيْ وَرَجَعْتُ اِلَى الَّذِيْ قَالَ عَلِيٌّ "میں نے اپنا قول چھوڑا اور علی کے ارشاد کو لیا (مختصرًا) رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا"۔

(۳) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَ

مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۔ (کہا اللہ نے سورۂ نساء میں) "بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک ٹھہراوے اس کا اور بخشتا ہے ورے اس سے جس کو چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو بے شک راہ بھولا دور بھٹک کر" — ف یعنی اللہ کی راہ میں بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام حلال میں امتیاز نہ کرے، چوری بدکاری میں گرفتار ہو جائے، نماز روزہ چھوڑ دیوے، جورو، بچوں کا حق تلف کرے، ماں باپ کی بے ادبی کرے، لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اس لئے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ اس کو ہرگز نہ بخشے گا اور سارے گناہوں کو اللہ شاید بخش بھی دیوے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک بخشا نہ جاوے گا اور جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی، پھر اگر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا، نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پاوے گا، اور جو اس سے ورلے درجے کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے ہاں مقرر ہے سو پاوے گا، اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو کچھ سزائیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں، سو اللہ کی مرضی پر ہیں، چاہے دیوے، چاہے معاف کرے۔ ص ۱۴، ۱۵

تقویۃ الایمان میں یہ ساتویں آیت ہے اور نجدی کے رسالے میں بھی ساتویں آیت ہے، نجدی نے لکھا ہے:

اِنْ کَانَ الشِّرْكُ شِرْکًا اَکْبَرَ فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَاِنْ کَانَ اَصْغَرَ فَجَزَاءُهٗ مَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ دُوْنَ الْخُلُوْدِ وَهُوَ اَیْضًا غَیْرُ مَغْفُوْرٍ وَبَاقِی الْمَعَاصِیْ یُمْکِنُ عَفْوُهٗ مِنَ اللّٰهِ.

"اگر شرک، اکبرِ شرک ہے تو اس کی سزا دوزخ ہے، ہمیشہ اس میں رہے گا، اور اگر شرکِ اصغر ہے تو اس کی سزا جو اللہ کے نزدیک ہے، ملے گی اور وہ خُلود (ہمیشگی) سے کم ہے اور وہ بھی قابلِ مغفرت نہیں ہے اور باقی گناہوں کا اللہ کی طرف سے بخشا جانا ہو سکتا ہے۔"

محمد بن عبدالوہاب نے جو کچھ کہا مولانا اسماعیل نے بھی وہی کہدیا۔ حالانکہ حقیقت امر اس کے خلاف ہے۔ شرکِ اکبر بلاشک و شبہ اَکْبَرُ الْکَبَائِرْ گناہ ہے۔ یعنی سب بڑے گناہوں سے بڑا گناہ ہے، اس کے سوا جو بھی گناہ ہے وہ یا صغیرہ ہے یا کبیرہ۔ صغیرہ گناہ وضو کرنے سے، نماز پڑھنے سے، روزہ رکھنے سے، حج کرنے سے، نیک کام کرنے سے، صدقِ دل سے توبہ کرنے سے اللہ کے فضل و کرم سے جھڑتے ہیں۔ اور کبیرہ گناہ کی بخشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہوگی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔[1] "میری شفاعت میری اُمت کے بڑے گناہ والوں کے لیے ہے۔"

افسوس صد افسوس کہ شفاعت کے مسئلے میں بھی مولانا اسماعیل وہ سب کچھ لکھ گئے ہیں جو محمد بن عبدالوہاب نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم دے علّامۂ اجل مولانا فضلِ حق خیر آبادی اَسیرِ کالا پانی کو کہ انھوں نے معرکۃ الآرا کتاب "تَحْقِیْقُ الْفَتْوٰی فِیْ اِبْطَالِ الطَّغْوٰی" جمعہ ۱۸ رمضان ۱۲۴۰ھ (۶ مئی ۱۸۲۵ء) کو تالیف کی۔ خوش قسمتی سے یہ لاجواب کتاب ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں اردو ترجمے کے ساتھ پاکستان میں چھپ گئی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے سترہ نامی گرامی شاگردوں کے اس پر دستخط اور تصویب ہے۔ میر محبوب علی جامع ترمذی میں مولانا اسماعیل کے ہم سبق اور ان کے سرگرم انصار میں سے ہیں۔ انھوں نے تقویۃ الایمان پر حاشیہ لکھا ہے، انھوں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور یہ لکھا:

لَمَّا تَأَمَّلْتُ وَنَظَرْتُ فِیْہِ مِنْ دَعَاوٍ وَوُجُوْھِھَا وَغَیْرِھِمَا نَظَرَ الْاِنْصَافِ مِنْ غَیْرِ الْعِنَادِ وَالْاِعْتِسَافِ وَجَدْتُہٗ حَقًّا لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ فَخَتَمْتُ عَلَیْہِ ــــــ (محبوب علی)

"جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور اُن کے دلائل، کسی عناد اور مخالفت کے بغیر، نظرِ انصاف سے دیکھے، اُسے ایسا حق پایا کہ باطل کسی طرف سے اُسے لاحق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں نے اس پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔"

یہ خالص علمی کتاب فارسی میں لکھی گئی ہے، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اردو میں ترجمہ کیا اور مکتبۂ قادریہ نے اصل فارسی کو اور اس کے ساتھ اردو ترجمے کو لاہور سے نشر کیا ہے۔ (اردو ترجمہ ۲۵۰ صفحات میں ہے اور پھر ۴۳۷ تک اصل فارسی ہے) کتاب از اوّل تا آخر شایان مطالعہ ہے۔ علّامۂ اجل نے آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کیا ہے۔

(۴) یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ ص ۱۶

---

[1] سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس حدیث شریف کو احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، حاکم کی روایت جابر سے اور طبرانی کی روایت ابن عباس سے اور خطیب کی روایت ابن عمر اور کعب بن عجرہ سے لکھی ہے۔

مولانا اسماعیل نے عوام النّاس کے واسطے اُردو میں یہ رسالہ لکھا ہے، وہ عوام کو سُنّت کی راہ دکھا رہے ہیں۔ کیا وہ دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جَلَّ شانُہٗ کی شان اور مخلوق کی بے قدری کا بیان ایسے گرے ہوئے الفاظ سے کیا ہے؟ حضرات انبیاء علیہم السلام پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اُن کو اللہ نے رفعت اور عظمت عنایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔" اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے" —— اور ارشاد کرتا ہے:
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔
"یہ سب رسول بڑائی دی ہم نے اُن میں سے ایک کو ایک سے، کوئی ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے۔" اور فرماتا ہے: وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ۔ اور اُنھیں ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا۔"

جن پر اللہ کا عظیم فضل ہو، اور جن کو اللہ بڑائی دے، اور جن کو اللہ پسند کرے اور جن کو اللہ سیدھی راہ چلائے، اُن کو ایسی کریہہ تمثیل میں شامل کرنا مولانا اسماعیل ہی کا کام ہے، نجدی کی پیروی نے ان کو اس راہ پر لگایا ہے۔ علماء اہلِ سنّت وجماعت کی صدہا کتابوں کا مطالعہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کر چکا ہوں، کسی ایک نے بھی ایسی کریہہ تمثیل نہیں لکھی ہے۔ علّامہ ابن مرزوق نے اپنی کتاب "اَلتَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ وَجَهَلَةُ الْوَهَابِيِّيْنَ" میں محمد بن عبدالوہاب کی کچھ عبارتیں اس قسم کی لکھی ہیں[۱]۔ ہو سکتا ہے کہ مولانا اسماعیل نے بعض عبارتوں کو سُنا، یا دیکھا ہو۔ مولانا اسماعیل نے تقویۃ الایمان کے ص۸۱ میں یہ بھی لکھا ہے:

"اولیا وانبیا، امام وامام زادہ وپیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو اُن کی فرماں برداری کا حکم کیا، ہم اُن کے چھوٹے ہیں۔"

مولانا اسماعیل اس عبارت کے لکھنے سے پہلے سورۂ حجرات کی چھٹی آیت پر خیال کر لیتے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ۔" اور پھر اپنے چچا شاہ عبدالقادر کا ترجمہ دیکھ لیتے۔ انھوں نے یہ ترجمہ کیا ہے:

---

[۱] ملاحظہ کریں التوسّل بالنبی کا ص۲۴۵ و ص۲۴۶۔

"نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں"۔ بڑے بھائی کی بیوی ماں نہیں ہوا کرتی، سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم کے آقا ہیں، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ"[1] "قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا آقا ہوں اور کوئی فخر نہیں ہے" ـــــ ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے[2]:

"حضرت سعید بن المسیّب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے، منبرِ نبوی عَلٰی صَاحِبِهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ پر خطبہ پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ تُوْنِسُوْنَ مِنِّیْ شِدَّةً وَّغِلْظَةً وَذٰلِكَ اَنِّیْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ وَكَانَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا فَكُنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالسَّيْفِ اِلَّا اَنْ يَّغْمِدَنِی اللّٰهُ اَوْ يَنْهَانِیْ عَنْ اَمْرٍ فَاَكُفَّ وَاِلَّا اَقْدَمْتُ عَلَى النَّاسِ لِمَكَانِ لِيْنِهٖ"۔

(اے لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ تم مجھ میں شدّت اور سختی کا احساس کرتے ہو اور چونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، میں آپ کا غلام اور خدمت گار بن کر رہا، کیوں کہ آپ کی تو وہ شان تھی جس کا بیان اللہ نے کیا ہے: 'مومنوں پر نہایت رحم اور شفقت کرنے والے'۔ لہٰذا میں آپ کے حضور میں ننگی تلوار بن کر رہا مگر یہ کہ اللہ مجھ کو غلاف میں کرتا یا آپ مجھ کو کسی کام سے روکتے تو میں رُک جاتا تھا ورنہ آپ کی نرمی کی وجہ سے مجھ کو لوگوں کی طرف رُخ کرنا پڑتا تھا۔)

ایک صاحبِ علم و فضل و معرفت نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ۔ "میں حضرت محمد کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں"۔ اس وقت میرے ساتھ ابن العم حضرت حافظ محمد ابوسعید بن حضرت شاہ محمد معصوم بن حضرت شاہ عبدالرشید بن حضرت شاہ احمد سعید بھی تھے۔ حضرت علی کے ایمان افروز جواب کو سُن کر آپ نے فرمایا:

---

[1] الجامع الصغیر، ج۱ ص ۹۳ [2] ج۱ ص ۱۲۶

مَاحُسْنُ قَوْلِ الْمُرْتَضٰی فِیْ اَحْمَدَ   اِنِّیْ لَعَبْدٌ مِّنْ عَبِیْدِ مُحَمَّدٍ[1]

"حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بات میں کیا ہی دل آویزی ہے کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔"

ہمارے حضرات عالی قدر بڑی نیاز مندی سے کہا کرتے تھے:

من کیستم کہ با تو دمِ دوستی زنم   چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم

توحید کی حفاظت ۔ اور نام نہاد شرک سے بچاؤ کے نام پر محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں مولانا اسماعیل کس ہاویہ کی طرف عاجز، جاہل اور ناسمجھ افراد کو لے جا رہے ہیں، اسی قباحت کو دیکھ کر مولانا مخصوص اللہ نے تحریر فرمایا ہے:

"ہمارے خاندان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب کچھ چھن گیا تھا۔ الخ"

محمد بن عبدالوہاب اور مولانا اسماعیل کو عاجز جاہل مسلمانوں میں دنیا بھر کا شرک نظر آگیا، اور میں نے اپنے حضرت والا شاہ عبداللہ ابوالخیر قُدِّسَ سِرُّہٗ کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے:

"اس وقت کے مسلمانوں کے اعمال میں کمزوریاں تھیں لیکن آخرت پر ایمان اور یقینِ کامل میں بہت پختہ اور بڑے ثابت قدم تھے۔"

مولانا عاشق الٰہی نے مولانا محمود الحسن کا یہ بیان لکھا ہے[2]:

"فرمایا: مولوی عاشق الٰہی! ایک بات کہوں، ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ ہندوستان میں علم کی اتنی کمی تھی کہ دور کیوں جاؤ، ہمارے اضلاع میں جنازہ

---

[1] افسوس صد افسوس کہ میرے مشفق و مہربان و محترم برادر اچانک بروز سہ شنبہ تیس صفر ۱۴۰۴ ہجری ۶ دسمبر ۱۹۸۳ء دن کے گیارہ بج کر سترہ منٹ پر رامپور میں رحلت فرمائے خلدِ بریں ہوئے اور رات کو نو بجے میرے جدِّ امجد حضرت شاہ محمد عمر کے پہلو میں جانب غرب مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست   فردا ست دریں بزم ز ما ہم اثرے نیست

[2] ملاحظہ کریں تذکرۃ الخلیل، ص ۱۸۱ و ۱۸۲۔

پڑھانے والا مشکل سے ملتا تھا، آج علم کی کثرت کا یہ حال ہے کہ شہر تو شہر کوئی قصبہ بلکہ شاید کوئی گاؤں بھی ایسا نہ ہو جہاں کوئی مولوی نہ مل جائے۔ اس کے بعد دوسرا پہلو دیکھو کہ غدر کا زمانہ گزرے کچھ مدّت نہیں ہوئی کہ ابھی اس کے دیکھنے والے بھی زندہ ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ پھانسی گڑی ہوئی تھی اور ان ناکردہ مظلوموں کا پرا بندھا ہوا تھا، جن کو پھانسی کا حکم دیا جا چکا تھا[1] وہ لوگ آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نعش کو اُتارا جا رہا اور دوسرے زندہ کو چڑھایا جا رہا ہے، اس طرح پر موت ان کے نظر کے سامنے تھی اور ان کو عَیْنُ الْیَقِیْن تھا کہ چند منٹ بعد میرا شمار مُردوں میں ہوا جاتا ہے، با ایں ہمہ کوئی جھوٹوں بھی اُن کے متعلق ضعف ایمان کا یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ کسی بچّے نے بھی موت سے ڈر کر اسلام سے انحراف یا تبدیل مذہب کا خیال کیا ہو۔ باوجود قلّت علم اور غلبۂ جہالت کے ان کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ مرنا قبول تھا مگر مذہب پر حرف آنا قبول نہ تھا اور آج با ایں کثرت علم ضعفِ ایمان کا یہ حال ہے کہ ڈنڈے کے خوف یا دو پیسے بلکہ دو حرف انگریزی عطیّہ کی طمع دلا کر جو چاہے کہلا لو، عجب بات ہے۔ قلّتِ علم کے وقت میں ایمان میں اتنی قوّت اور کثرتِ علم کے زمانے میں ایمان کی اتنی کمزوری۔"

اس کے بعد فرمایا :

"سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک جگہ علامت قیامت بیان کیا علم کا کم ہونا اور دوسری جگہ فرمایا کہ قیامت کے قریب علم زیادہ ہو جائے گا، اہلِ باطن نے بغیر دیکھے نور فراست سے تطبیق دی تھی مگر ہم بد نصیبوں نے اس وقت کو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ صورتِ علم کثیر ہو گئی مگر حقیقت علم قلیل ہو گئی اور یہی خاص علامت ہے قربِ قیامت کی۔"

مولانا اسماعیل کی اس کریہہ عبارت "چمار سے بھی ذلیل ہے" کے جواز کے لئے ایک

---

[1] ڈاکٹر محمد اشرف نے اپنی کتاب "ہندستانی مسلم سیاست پر ایک نظر" کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: "انگریزوں کی بربریّت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوگا کہ صرف دہلی میں انھوں نے ستّائیس ہزار مسلمانوں کو پھانسی پر لٹکایا۔"

حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، جس کو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے[1] حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لَا یَکْمَلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ کَالْأَبَاعِرِ.

"کسی کا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ لوگ اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنیوں جیسے نہ ہوں۔"

اب یہاں پہلا سوال یہ ہے کہ یہ حدیث ہے بھی یا نہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے سند نہیں لکھی ہے اور پھر "اَلنَّاسُ" کے اَلِف لام کے متعلق دیکھنا ہے کہ یہ عَہْدِ ذہنی کے لئے ہے یا عَہْدِ خارجی کے لئے یا یہ اِسْتِغراق کے واسطے ہے۔ عہدِ ذہنی یا عہدِ خارجی کی صورت میں وہی افراد مراد ہوں گے جن کا خیال ذہن میں ہے یا خارج میں ہے، اور استغراق کی صورت میں عموم ہے اور "مَامِنْ عَامٍ اِلَّا وَقَدْ خُصِّصَ" مشہور و معروف قول ہے کہ "عام میں تخصیص ہوا کرتی ہے" اور کوئی عام اس سے خالی نہیں۔ لہٰذا شیخ الشیوخ کی نقل کردہ عبارت کا یہ مطلب ہوا کہ کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک کہ لوگ اس کی نظر میں اونٹ کی مینگنیوں کی طرح بے وقعت نہ ہوں بجز اُن افراد کے جن کو اللہ نے بڑائی دی ہے۔ مولانا اسماعیل نے بڑا اور چھوٹا لکھ کر ہر تاویل کا راستہ بند کر دیا ہے۔ اللہ فضل فرمائے۔

۵ اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حُکمِ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے۔ ص۳۷

مولانا اسماعیل یہ سب کچھ توحید کی حفاظت کے لئے کر رہے ہیں، پروردگار جَلَّتْ حِکْمَتُہٗ سورۂ نسا کی آیت (۱۳۳) میں فرماتا ہے :

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا.

"اگر چاہے تم کو دُور کرے لوگو! اور لے آوے اور لوگ اور اللہ کو یہ قدرت ہے۔"

اگر مولانا اسماعیل اس مقام میں اس آیت مبارکہ کا مفہوم لکھ دیتے تو کیا نقص واقع ہوتا بے شک اس آیت مبارکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام اور خاص کر محبوبِ کبریا سردارِ کُل انبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں ہے اور مولانا اسماعیل کو یہی مبارک نام ذکر کرنا تھا۔

---

[1] ملاحظہ کریں عوارف المعارف کے تیسرے باب کی تیسری فصل۔

اس مسئلے میں علامۂ اجل مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق بھری کتاب تحقیق الفتوٰی میں تفصیل سے بحث کی ہے اور ۱ مولانا محمد شریف ۲ مولانا حاجی محمد قاسم ۳ مولانا محمد حیات آری ۴ مولانا کریم اللہ ۵ مولانا محمد رشید الدین خاں ۶ مولانا مخصوص اللہ ۷ مولانا محمد رحمت ۸ مولانا عبد الخالق ۹ مولانا محمد عبد اللہ ۱۰ مولانا محمد موسیٰ ۱۱ مولانا خادم محمد ۱۲ مولانا احمد سعید مجددی (اس عاجز کے جدِ امجد کے والد بزرگوار) ۱۳ مولانا محمد شریف ۱۴ مولانا محمد حیات ۱۵ مولانا صدر الدین ۱۶ مولانا رحیم الدین ۱۷ مولانا میر محبوب علی نے تائید اور تصویب فرمائی ہے۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور یہ اثر لیا ہے کہ اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے اس کا مطالعہ کرے گا وہ ان اکابر کا ہمنوا بنے گا۔ یہ حضرات اپنے وقت کے مُنتخبَاتِ روزگار تھے، ۱۲۴۰ھ میں ان کے دستخط ثبت ہوئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(۶) کسی کی قبر یا کسی کے تھان پر دُور دُور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اُٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منّتیں پوری کرنی اور کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اُکھاڑنا اور اس قسم کے کام کرے اور اُن سے کچھ دین و دُنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہیئے۔ ص ۵۰

علامہ ابن تیمیہ کی وفات ۲۰ ذی القعدہ ۷۲۸ھ (۴ اکتوبر ۱۳۲۸ء) کو ہوئی ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مُطہّرہ کے لئے سفر کرنے کو ناجائز قرار دیا۔ انھوں نے اس مسئلے میں چاروں مذاہب کے علماء سے اختلاف کیا علماء اعلام اور ائمۂ کرام نے خالص علمی پیرایے سے ان کا رد کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے اُن تمام مبارک احادیث کو جو ثابت ہیں اور جن کی روایت ائمۂ حدیث اور اُمت کے اکابر کرتے چلے آئے ہیں بہ یک جنبشِ قلم موضوع قرار دے دیا ہے۔ ان کے زمانے میں اللہ کے فضل و کرم سے چاروں مذاہب کے جلیل القدر علماء موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن حضرات کی قبروں کو نور سے معمور کرے، انھوں نے ابن تیمیہ کے باطل دعوے کو بہ احسنِ وجہ رَدْ کیا۔ اس سلسلے میں امام تقی الدین ابو الحسن علی سُبکی شافعی نے کتاب "شِفَاءُ السِّقَامِ فِی زِیَارَۃِ خَیْرِ الْاَنَامِ"

لکھی ہے، ابتدا میں انھوں نے اُن پندرہ احادیثِ مبارکہ کو بیان کیا ہے جن کی روایت ائمۂ اعلام نے کی ہے۔ ہر حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی روایت ائمہ میں سے کس نے کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے یا حَسَن یا ضعیف، اور صرف روضۂ مطہرہ کی نیّت سے سفر کرنے کے کیا فضائل ہیں اور علماء اعلام نے کیا فرمایا ہے۔

علامہ سبکی کے بعد جلیل القدر علماء کرام نے اس سلسلے میں کتابیں لکھی ہیں، جیسے علامۂ اَجل نورالدین علی بن جمال الدین عبداللہ السید الحسینی السّمہودی ساکن مدینہ منوّرہ، آپ نے نفیس کتاب "وَفَاءُ الْوَفَا بِاَخْبَارِ دَارِ الْمُصْطَفٰی" صلی اللہ علیہ وسلم، دو جلدوں میں ۸۸۶ھ میں لکھی ہے، دوسری جلد کے آخر میں آپ نے سترّہ مبارک حدیثیں ائمۂ اعلام کی روایت کردہ لکھی ہیں، اور ہر روایت کی کیفیت بیان کی ہے۔

علامہ مفتی صدرالدین نے رسالۂ مبارکہ "مُنْتَهَى الْمَقَالِ فِي حَدِيْثِ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ" لکھا ہے اور حقیقت امر کا اظہار کیا ہے۔

علامہ ابن الہمام نے اس مسئلے میں نہایت نفیس بحث کی ہے۔[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو لکھا ہے:

مَنْ جَاءَنِيْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِيْ كَانَ حَقًّا عَلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. "جو شخص میرے پاس زیارت کے لئے آئے، میری زیارت کے علاوہ اس کی آمد میں اور کوئی غرض نہ ہو مجھ پر حق ہوا کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔"

اور لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صرف آپ ہی کی زیارت کی نیّت سے مدینہ منوّرہ کا سفر کیا جائے تاکہ آپ کی شفاعت کی دولت سے سرفراز ہو۔

علامہ السید السمہودی نے لکھا ہے[۲]:

بیت المقدس کی فتح کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ کو روانہ ہونے لگے، آپ نے کعب احبار سے فرمایا جو کہ اسلام کو قبول کر چکے تھے: هَلْ لَكَ اَنْ تَسِيْرَ مَعِيَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَتَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو

---

[۱] ملاحظہ کریں فتح القدیر، ج۱، ص ۳۱۷ و ۳۱۸ [۲] ملاحظہ کریں وفاء الوفاء، ج۲، ص ۴۰۹۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو"۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت نعمتِ کبریٰ اور سعادتِ عظمیٰ اور اَمرِ مَشروع نہ ہوتا تو کیا حضرت عمر کعبِ احبار کو تشویق دلاتے؟

علامہ ابن جوزی نے حضرت حفصہ کی روایت[1] نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ قَتْلًا فِیْ سَبِیْلِكَ وَوَفَاةً فِیْ بَلَدِ نَبِیِّكَ۔ "بارِ مولیٰ تیری راہ میں قتل ہونے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں مرنے کا سوال ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ طیبہ ہی میں شہادت دی اور حجرۂ مقدسہ میں ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے پہلو میں جگہ ملی۔

علامہ ابن تیمیہ حرّانی نے مَن مانا انوکھا استدلال کیا ہے، مسجدوں سے متعلق حدیثوں کو زیارتِ قبور پر چپکا دیا ہے اور حدیث شریف زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ کو نَسْیًا مَنْسِیًّا کر دیا یعنی "قبروں کی زیارت کرو کیوں کہ زیارتِ قبور تم کو آخرت یاد دلائے گی"۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کو اپنی مبارک قبر کی زیارت کی تشویق دلائی ہے، اُن سب ثابت احادیثِ مبارکہ کو موضوعی قرار دے دیا اور وہ افراد جو ائمہ اربعہ کی تقلید سے اپنے کو آزاد کر چکے ہیں، ابن تیمیہ کے ہمنوا بن گئے ہیں۔ سات سو سال سے ائمۂ اعلام اور علماءِ کرام جس مبارک فعل کو مستحب بلکہ قریب بہ واجب کہتے چلے آئے وہ بہ یک جنبشِ قلم آٹھویں صدی میں حرام قرار دے دیا گیا۔

ابن تیمیہ کے پیروان اپنے کو "تیمیئین" یا "حرّانیہ" نہیں کہتے بلکہ کوئی اپنے کو "انصار السنّۃ" کہتا ہے، کوئی "سلفی" کہلاتا ہے، کوئی "موحّد" کا نام لیتا ہے، کوئی "وہابی" ہے، کوئی "اسماعیلی" اور کوئی "نجدی شیعی"۔ یہ لوگ اب تیرہ چودہ سو سال کے بعد احادیث شریفہ کی روایات میں بحث کرتے ہیں، اتنا خیال نہیں کرتے کہ سورج گہن کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اتفاق علماءِ کرام صرف ایک مرتبہ پڑھائی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں ایک رکوع کیا، کوئی کہتا ہے: ہر رکعت میں دو رکوع، کوئی کہتا ہے: تین رکوع، کوئی کہتا ہے: چار رکوع اور کوئی کہتا ہے: پانچ رکوع کئے۔ ائمۂ ہدیٰ میں سے کسی نے کوئی روایت لی اور کسی نے کوئی دوسری، چونکہ پانچوں روایتوں میں سے ایک بھی موضوعی نہیں ہے لہٰذا کسی پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] ملاحظہ کریں مختصر سیرت عمر بن الخطاب، ص ۱۸۲

اب جو لوگ اپنے کو انصارِ سُنّت یا اہلِ حدیث یا سلفی کہتے ہیں اُن کو چاہئے کبھی کسی روایت پر عمل کریں کبھی کسی دوسری پر، وہ پانچوں روایتوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں، لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہندوستان سے لے کر نجد تک سب کا عمل اُس روایت پر ہے جس کو ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے، یہ کہنا کہ امام بخاری کی روایت اولیٰ ہے، تحکّم کے سوا اور کچھ نہیں، امام بخاری ہوں یا کوئی دوسرے محدّث، اُن کی نظر راویوں کے احوال پر ہوتی ہے۔ اگر احوال درست ہیں، حدیث ثابت ہے، یہ ثبوت اس امر کو مُستلزم نہیں کہ حقیقت امر بھی یہی ہو سورج گہن کی نماز کا بیان ابھی گزرا ہے، ثابت روایتیں پانچ ہیں اور ان میں سے صرف ایک مطابق حقیقت ہے باقی چار غیر مطابق ہیں۔

میں ایک مثال صحیح امامِ بخاری سے پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ واضح ہو، ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے، ہجرت فرما کے مدینہ منوّرہ کو روانہ ہوئے، اور مدینہ منوّرہ سے تقریباً تین میل پہلے بنی عمرو بن عوف کی بستی میں جس کو قباء کہتے ہیں، چند روز قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ قباء میں آپ نے کتنے دن قیام فرمایا، اس سلسلے میں صحیح بخاری میں تین روایتیں ہیں[۵۱]: ایک بَابُ هَلْ يُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ میں کہ چوبیس رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام کیا اور راوی حضرت انس ہیں، دوسری، ہجرت کے بیان میں حضرت عائشہ سے تین بڑے صفحات کی روایت میں بِضْعَ عَشَرَةَ لَيْلَةِ ہے، یعنی کچھ اوپر دس راتیں، اور تیسری روایت بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ شب وہاں قیام کیا۔ یہ روایت بھی حضرت انس کی ہے، پہلی روایت اور تیسری روایت میں تعارض ہے، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ یہ تین روایتیں اگرچہ صحیح بخاری میں ہیں، اہلِ سِیَر اور اصحابِ مَغَازِی نے ان میں سے ایک بھی نہیں لی ہے۔

امام حافظ فتح الدین ابوالفتح محمد یعمری اندلسی اشبیلی مصری معروف بہ ابن سیّد النّاس نے لکھا ہے[۵۲]:

---

۵۱ ملاحظہ کریں صحیح بخاری مطبوعہ مولانا احمد علی سہارنپوری، ص ۶۱ و ۵۵۵ و ۵۶۰۔

۵۲ ملاحظہ کریں عُيُوْنُ الْأَثَرِ فِيْ فُنُوْنِ الْمَغَازِيْ وَالشَّمَائِلِ وَالسِّيَرِ، جلد اوّل، ص ۱۹۳ و ۱۹۴۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ وَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَیَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ وَاَسَّسَ مَسْجِدَھُمْ ثُمَّ اَخْرَجَہُ اللّٰہُ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِھِمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَبَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ مَکَثَ فِیْھِمْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَقَدْ رَوَیْنَا عَنْ اَنَسٍ مِنْ طَرِیْقِ الْبُخَارِیِّ اِقَامَتَہٗ فِیْھِمْ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً وَالْمَشْھُوْرُ عِنْدَ اَصْحَابِ الْمَغَازِیْ مَاذَکَرَہٗ ابْنُ اِسْحَاقَ.

"ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف میں پیر، منگل، بدھ، جمعرات قیام کیا اور بنی عمرو بن عوف کی مسجد (قباء کی مسجد) کی تأسیس کی اور جمعے کے دن وہاں سے اللہ تعالیٰ آپ کو (مدینہ منورہ) لے گیا۔ بنی عمرو بن عوف کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اُن کے پاس زیادہ رہا ہے اور بخاری کے طریقے سے جو روایت ہم کو انس کی پہنچی ہے اس سے قیام کی مدت چودہ رات ہوتی ہے، لیکن اصحاب مغازی کے نزدیک ابن اسحاق کا بیان مشہور ہے۔"

چوں کہ محمد بن اسحاق نے تاریخ اور واقعات کی بنا پر یہ مدت مقرر کی ہے اس لئے اہلِ سِیَر اور اصحابِ مَغازی نے ان کے قول کو اختیار کیا ہے، یہی کیفیت حضرات ائمۂ مجتہدین کی ہے وہ حقائقِ ثابتہ اور واقعاتِ صحیحہ کی بنا پر صحیح روایت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک امام زہری کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور جو روایت از مالک از زہری از نافع از ابن عمر ہو، تمام محدثین کے نزدیک صحیح اور مُسَلَّم روایت ہے اور اس سلسلے کو "سِلْسِلَۃُ الذَّھَبْ" کہتے ہیں۔ امام مالک کو زہری سے رَفعِ یَدَین کی روایت پہنچی ہے، مع ہٰذا آپ کا مذہب یہ ہے[1]:

رَفْعُ الْیَدَیْنِ حَذْوَ الْمَنْکَبَیْنِ عِنْدَ تَکْبِیْرَۃِ الْاِحْرَامِ مَنْدُوْبٌ وَفِیْمَا عَدَا ذٰلِکَ مَکْرُوْہٌ.

"تکبیر تحریمہ کے وقت مونڈھوں تک ہاتھوں کا اُٹھانا بہتر ہے اور اس کے علاوہ مکروہ ہے۔"

---

[1] ملاحظہ کریں کتابُ الفقہ علی المذاہبِ الأربعۃ (قسم عبادات) ص ۲۰۱: یہ کتاب نہایت مستند ہے، ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں مصر کی وزارتِ اوقاف نے ازہر کے علمار کبار کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چاروں مذاہب کے مسائل نماز، روزہ، زکات، حج اور قربانی نہایت آسان طریقے پر بیان کریں، ہر مذہب کے مسائل کا بیان اُسی مذہب کے علمار کریں۔ چنانچہ علمار کرام کی جماعت نے یہ کتاب مرتّب کی اور ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں یہ کتاب چھپی۔

یعنی رکوع کو جاتے وقت یا رکوع سے اُٹھتے وقت یا دوسری رکعت کے لئے اُٹھتے وقت رفعِ یدین کرنا مکروہ ہے۔

مدینہ منوّرہ میں اکابر صحابہ کے جلیل القدر سات شاگرد تھے، اُن کو فُقہائے سبعۂ مدینہ کہتے ہیں۔ اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں :

۱۔ سعید بن المسیّب، ۲۔ عُروۃ بن الزبیر، ۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدّیق،

۴۔ خارجۃ بن زید بن ثابتؓ ۵۔ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود، ۶۔ سلیمان بن یسار۔

اور ساتویں میں تین قول ہیں : (ایک) ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف،

(دوسرا) سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب، (تیسرا) ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام۔

اگر ان سات حضرات کا کسی مسئلے میں اتّفاق ہو جاتا تھا اور ان کے اتّفاق کے خلاف کوئی صحیح روایت ہوتی تھی، امام مالک فقہائے سبعہ کے اتّفاق کو اختیار کرتے تھے۔

چاروں برحق اماموں کا زمانہ قُرُوْنِ ثَلَاثَہْ رہا ہے جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیّت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دُنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزارہا علماء اعلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں اور اس پر مُہرِ تصدیق لگا چکے ہیں، ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارھویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مُقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سَوَادِ اَعْظَمْ کا ساتھ دو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تم پہلے اُن کو پرکھو اور پھر ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے: "میری اُمّت گُمراہی پر اتّفاق نہیں کرے گی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہے : مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ۔ "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔" وَکَفٰی بِابْنِ مَسْعُوْدٍ حُجَّۃً وَ اِمَامًا رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ۔

آں اماماں کہ کردند اجتہاد — رحمتِ حق بر روانِ جملہ باد
روح شاں در صدرِ رحمت شاد باد — قصرِ دیں از علمِ شاں آباد باد

⑦ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَوْ فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ۔ ترجمہ : "فرمایا اللہ نے سورۂ انعام میں: یا گناہ کی چیز مشہور کی گئی ہو اللہ کے سوائے اور کی کر کے" ف یعنی جیسا سُور اور لُو ہو اور مُردار ناپاک اور حرام ہے کہ گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوائے اور کسی کا ٹھہرایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹہرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک۔ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو، بلکہ اتنی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ سیّد احمد کبیر کا ہے یا یہ بکرا شیخ سَدُّو کا ہے سو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ ص۵۱

یہ آیت مبارکہ سورۂ انعام کی آیت ۱۴۵ ہے اور نجدی کے رسالے میں چوبیسویں آیت ہے۔ اس کے اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِیْ رَدِّ الْاِشْرَاكِ فِی الْعِبَادَةِ کی پانچویں آیت ہے، اور تقویۃ الایمان میں بھی چوبیسویں آیت ہے اور اس کی اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِیْ رَدِّ الْاِشْرَاكِ فِی الْعِبَادَةِ کی پانچویں آیت ہے۔

نجدی نے آیت شریفہ لکھ کر لکھا ہے : اَلْمُرَادُ مَا قِیْلَ فِیْ حَقِّہٖ اَنَّہٗ لِنَبِیٍّ اَوْ وَلِیٍّ یَصِیْرُ حَرَامًا وَنَجَسًا مِثْلَ الْخِنْزِیْرِ، لَا مَاذُکِرَ اسْمُ غَیْرِ اللّٰہِ عِنْدَ ذَبْحِہٖ فَاِنَّ ھٰذَا الْمَعْنٰی تَحْرِیْفٌ لِلْقُرْاٰنِ مُخَالِفٌ لِجُمْھُوْرِ الْمُفَسِّرِیْنَ ۔

" (اس آیت سے) مراد یہ ہے : جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ نبی کے لئے ہے یا ولی کے لئے ہے وہ حرام اور نجس ہو جاتا ہے مثل سُوَر کے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جائے کیوں کہ یہ ترجمہ قرآن کی تحریف ہے اور جمہور مفسّرین کے خلاف ہے۔"

ناظرین ملاحظہ کریں کہ مولانا اسماعیل کی کتاب کے فصل کا وہی نام ہے، مولانا نے اس فصل کی آیات کو اسی ترتیب سے لکھا ہے جس ترتیب سے نجدی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے، البتہ نجدی نے پانچ آیتوں پر اکتفا کی ہے اور مولانا نے چھٹی آیت : یَاصَاحِبَیِ السِّجْنِ الخ کا اضافہ کیا ہے۔ مولانا نے نجدی کی پوری پیروی کی ہے، اس نے اگر خنزیر لکھا ہے آپ نے بھی سُوَر لکھا ہے۔ اور اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کا وہی ترجمہ اور بیان کیا ہے جو نجدی نے کیا ہے، کاش مولانا اپنے چچا شاہ عبدالقادر کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ لیتے۔ شاہ عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں:

"یا گُناہ کی چیز جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام۔"

مختار الصحاح عربی کی مُستند لُغت ہے، اَھَلَّ کے متعلق لکھا ہے:

وَاَھَلَّ الْمُعْتَمِرُ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّلْبِيَةِ وَاَھَلَّ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَآ اُھِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اَيْ نُوْدِيَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَصْلُهٗ رَفْعُ الصَّوْتِ۔

"یعنی عمرہ کرنے والے نے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْك کی آواز بلند کی اور ذبیحہ پر بلند آواز سے اللہ کا نام لیا اور اللہ کا ارشاد ہے 'اور وہ جس پر پُکارا گیا اللہ کے سوا کا نام' اور اَھَلَّ کی اصل آواز کا بلند کرنا ہے۔"

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے[1]:

اَنْ يَكُوْنَ مَذْبُوْحًا ذَبَحَهٗ ذَابِحٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ لِصَنَمِهٖ وَ اٰلِهَتِهٖ فَذَكَرَ اسْمَ وَثَنِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ الذَّبْحَ فِسْقٌ نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ وَحَرَّمَهٗ وَنَهٰى مَنْ اٰمَنَ بِهٖ مِنْ اَكْلِ مَاذُبِحَ كَذٰلِكَ۔

"جو کہ بُت پرست مشرکوں میں سے کسی مشرک کا اپنے صنم اور معبودوں کے واسطے ذبح کیا ہُوا ہو اور اس نے اپنے بُت کا نام لیا ہو، ایسا ذبیحہ فسق ہے، اللہ نے اس سے روکا اور اس کو حرام کیا ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہے اس کو ایسے ذبیحہ کے کھانے سے منع کیا ہے۔"

علّامہ جارُ اللہ محمود بن عمر زمخشری نے لکھا ہے[2]:

سَمّٰى مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ فِسْقًا لِتَوَغُّلِهٖ فِيْ بَابِ الْفِسْقِ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ۔

"جس پر اللہ کے سوا کسی کا نام پُکارا گیا اس کا نام فسق رکھا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں تَوَغُّل ہے اور ایسا ہی اللہ کا یہ قول ہے: 'اور نہ کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام نہ لیا ہو اور وہ فسق ہے۔'"

یہ قول اللہ تعالیٰ کا اسی سورت کی آیت ۱۲۲ میں ہے۔

علّامہ قاضی ابو سعید عبد اللہ ناصر الدین بن عمر شیرازی بیضاوی نے لکھا ہے[3]:

---

[1] تَفْسِيْرُ جَامِعِ الْبَيَانِ، جـ۸ ص ۴۷۔ [2] تَفْسِيْرُ الْكَشَّافِ عَنْ حَقَائِقِ غَوَامِضِ التَّنْزِيْلِ، جـ۱ ص ۳۱۴

[3] اَنْوَارُ التَّنْزِيْلِ وَاَسْرَارُ التَّاوِيْلِ، جـ۲ ص ۲۱۱۔

وَاِنَّمَا سَمّٰی مَاذُبِحَ عَلَی اسْمِ الصَّنَمِ فِسْقًا لِتَوَغُّلِہٖ فِی الْفِسْقِ۔

"جو کسی صنم کے نام پر ذبح کیا جائے اس کا نام فسق رکھا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں توغل ہے۔"

علّامہ سیّد ابوالفضل محمود شہاب الدین الآلوسی البغدادی نے لکھا ہے[1]:

اَصْلُ الْاِھْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ وَالْمُرَادُ الذَّبْحُ عَلٰی اِسْمِ الْاَصْنَامِ وَاِنَّمَا سَمّٰی ذٰلِكَ فِسْقًا لِتَوَغُّلِہٖ فِی الْفِسْقِ۔

"اِہلال کی حقیقت آواز کا بلند کرنا ہے اور مراد یہ ہے کہ بُتوں کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس فعل کا نام فسق رکھا گیا کیوں کہ ایسا کرنا فسق میں پوری طرح ڈوبنا ہے۔"

علّامہ القاضی محمد ثناء اللہ العثمانی نے لکھا ہے[2]:

سَمَّی اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَاذُبِحَ عَلٰی اِسْمِ الصَّنَمِ فِسْقًا لِتَوَغُّلِہٖ فِی الْفِسْقِ۔

"بُت کے نام پر ذبح کئے جانے کو اللہ تعالیٰ نے فِسْقًا کا نام دیا ہے کیونکہ یہ فعل فسق میں بہت بڑھنا ہے۔"

اب میں نواب صدّیق حسن خاں کی عبارت اُن کی تفسیر سے لکھتا ہوں، نہ اس بناپر کہ اُن سے مجھ کو کچھ لگاؤ ہے بلکہ اس بناپر کہ وہ مولانا اسمٰعیل کے گرویدگان اور انصار میں سے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں[3]:

اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ صِفَةُ فِسْقًا اَیْ ذُبِحَ عَلَی الْاَصْنَامِ وَرَفَعَ الصَّوْتَ عَلٰی ذَبْحِہٖ بِاسْمِ غَیْرِ اللّٰہِ۔

"جملہ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ، فِسْقًا کی صفت ہے یعنی جو بُتوں پر ذبح کیا گیا ہو اور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔"

صدّیق حسن خاں نے وہی بات کہی ہے جو مفسّرین کرام نے کہی ہے۔ اب میں حضرات فقہاء کے ایک دو قول نقل کرتا ہوں کیوں کہ ہم کو مسائل بتانے والے یہی حضرات اَخیار ہیں، رضی اللہ عنہم اَجْمَعِیْن ـــــ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے[4]:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاۃَ الْمَجُوْسِیِّ لِبَیْتِ نَارِھِمْ اَوِ الْکَافِرِ لِاٰلِھَتِھِمْ تُؤْکَلُ لِاَنَّہٗ سَمَّی اللّٰہَ

---

[1] رُوْحُ المعانی، ج۲ ص۵۸۶ [2] تفسیرِ مظہری، ج۳ ص۳۳۶ [3] فتح البیان، ج۳ ص۲۳۴
[4] ج۵ ص۳۱۸۔

وَيُكْرَهُ لِلْمُسْلِمِ كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَه عَنْ جَامِعِ الْفَتَاوٰى.

"اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست کی بکری اس کے آتش کدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے معبودوں کے لئے ذبح کرے وہ کھائی جاسکتی ہے کیوں کہ ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام لیا ہے، البتہ ایسا فعل کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ تتارخانیہ میں جامع الفتاوٰی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔"

یعنی آگ کا پجاری آگ کے واسطے اور آگ کے نام پر جانور خرید تا ہے اور کوئی کافر و مشرک اپنے معبودوں کے نام پر جانور ذبح کرا رہا ہے اور ذبح کرنے والا مُسْلِم ہے، وہ چھری پھیرتے وقت اللہ جلّ شانہٗ کا پاک نام لیتا ہے وہ جانور حلالِ طیّب ہے۔ اللہ کے نام کی برکت تمام اثراتِ بد سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ چوں کہ نجدی نے لکھا ہے:

لَا مَاذُكِرَ اسْمُ غَيْرِ اللهِ عِنْدَ ذَبْحِهٖ فَاِنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى تَحْرِيْفٌ لِلْقُرْاٰنِ مُخَالِفٌ لِجُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ

"نہ یہ کہ غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت لیا جائے۔ یہ قرآن کی تحریف اور جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔"

مولانا اسماعیل نے تفاسیر کو دیکھے بغیر نجدی کے قول کو لے لیا، اگر مولانا اسماعیل اور نہیں صرف علّامہ الحافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی شاگرد علّامہ ابن تیمیہ کی "تفسیر القرآن العظیم" اُٹھا کر دیکھ لیتے اس لغزش سے محفوظ رہتے۔ مختصر طور پر کچھ بیان اس مبارک تفسیر سے لکھتا ہوں جس کو تحقیق مطلوب ہو اصل کتاب کی طرف رجوع کرے۔ لکھا ہے[1]:

ابوداؤد نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: ذَبِيْحَةُ الْمُسْلِمِ حَلَالٌ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ اَوْ لَمْ يَذْكُرْ اِنَّهٗ اِنْ ذَكَرَ لَمْ يَذْكُرْ اِلَّا اسْمَ اللهِ۔ "مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو، کیوں کہ اگر وہ نام لیتا تو اللہ ہی کا نام لیتا۔" ابن عبّاس نے کہا ہے: اگر مُسلِم نے ذبح کیا اور اللہ کا نام نہ لیا۔ کھا لیا جائے فَاِنَّ الْمُسْلِمَ فِيْهِ اسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللهِ۔ "کیوں کہ مُسلِم میں اللہ کے پاک ناموں میں سے ایک نام موجود ہے۔" وہ مُؤمن ہے اور مؤمن ربّ العزّت کا نام ہے۔ ابن کثیر نے ائمۂ ہُدا کے مذاہب کا بیان کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اگر بھول کر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے، نقصان نہیں۔ ذبیحہ جائز ہے اور اگر قصداً چھوڑا ہے "لَمْ تَحِلَّ" تو وہ حلال نہیں ہے۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابوحنیفہ اور اسحٰق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے،

---

[1] ملاحظہ کریں جلد دوم، ص ۱۶۹ اور ۱۷۰۔

اور یہی حضرت علی، ابنِ عبّاس، سعید بن المُسَیّب، عطار، طاؤس، حسن بصری، ابو مالک، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، جعفر بن محمد اور ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن کا مسلک ہے۔

اور لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ "اور نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔" پھر پروردگار نے مُسلمین پر رحم فرمایا اور اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ نازل فرمائی "آج حلال ہوئیں تم کو سب چیزیں سُتھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے۔"

جو شخص تمام دُنیا کے مسلمانوں کو ابو جہل سے شدید تر کافر و مشرک سمجھے اور اس کے پیروان میں سے کسی کو مسلمانوں کے ہر فعل میں شرک نظر آجائے ایسے افراد یہی کچھ کہیں گے اور لکھیں گے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ہر مسلم میں مؤمن کی شان جھلک رہی ہے اور اس کی رحمت کہہ رہی ہے: اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔ "اُمّت خطا کار ہے اور رَبّ آمرزگار ہے۔"

علاّمۂ شہیر سیّد محمد امین معروف بہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلے میں اچھی تحقیق کی ہے: ان کے کلام کا خلاصہ لکھتا ہوں، جس کو تحقیق مطلوب ہو، ان کی کتاب کی طرف رجوع کرے۔ لکھا ہے [1]:

ہر وہ ذبیحہ جو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے کیا جائے، حرام ہے، اگر کسی بادشاہ یا امیر کی آمد پر اس کی بڑائی کے اظہار کے لئے صِرف خوں کا بہانا مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہے چاہے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہو، اور اگر تعظیم اللہ کی منظور ہے اور مقصد نفع حاصل کرنا ہو یا عقیقہ یا ولیمہ یا مرض کی شفایابی ہے یا مکان کی بُنیاد رکھی ہے یا سفر سے بخیر واپسی ہوئی ہے، ذبیحہ حلال ہے۔ بزّازی نے لکھا ہے: جو بھی یہ خیال کرے کہ ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہے کیوں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ملحوظ ہے، لہٰذا یہ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ میں داخل ہے۔ یعنی "غیر اللہ کے لئے ذبیحہ ہے"۔ یہ خیال قرآن، حدیث اور عقل کے خلاف ہے، کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قصّاب جانور کو نفع کمانے کے واسطے ذبح کرتا ہے۔ اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ ذبیحہ مُردار ہے تو وہ جانور کو ذبح

---

[1] ملاحظہ کریں ردّ المحتار، ج۵، ص ۳۰۲۔

ہی نہ کرے گا۔ ایسا خیال کرنے والے جاہل شخص کو چاہیے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھائے اور خوشی کے کھانے ولیمہ، عقیقہ وغیرہ بھی نہ کھائے۔

نجدی رسالہ جو کہ تقویۃ الایمان کی اصل ہے، جمعہ ۷ محرّم الحرام ۱۲۲۱ھ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور اُسی دن وہاں کے علماء کرام نے خانۂ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اس کا رَد لکھا، وہ تحریر فرماتے ہیں:

هٰذَا التَّشْرِيْعُ جَدِيْدٌ مُخَالِفٌ لِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَهِمَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَتَبْعَهُمْ.

"یہ نئی تشریع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اور صحابۂ کرام اور تابعین اور ان کے پیروان کے سمجھنے کے خلاف ہے۔"

ابوالحسن زید کہتا ہے: عجب حُسنِ اتفاق ہے کہ آج بھی جُمعے کا دِن ہے اور سات محرّم الحرام ۱۴۰۴ھ ہے اور میں اُن علماء اخیار، جیرانِ پروردگار کے یہ الفاظ نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھ رہا ہوں اور پورے ایک سو تراسی سال کے بعد اِن حضرات کی تائید اور تصویب کرتا ہوں۔ ان حضرات نے بیت اللہ کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر حق کا اظہار کیا ہے: فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔ "جو کوئی چاہے ملنے اور جو کوئی چاہے نہ مانے"۔ میرے پیش نظر يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ہے کہ "آسان کرو مشکل نہ بناؤ، بشارت سُناؤ نفرت نہ دلاؤ۔" اسی مبارک ارشاد پر تقویۃ الایمان کے تبصرے کو ختم کرتا ہوں۔

میں نے مختلف تذکروں میں مولانا اسماعیل کے احوال پڑھے، اللہ تعالیٰ کا کرم شاملِ حال رہا، نہ مادِحین کی مدح اثر انداز ہو سکی اور نہ قادِحین کی قدح غلط راہ پر ڈال سکی۔ جو علم اور سمجھ اللہ نے دی ہے اُسی سے کام لیا ہے۔ میں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اُٹھایا ہے اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے، کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب اُن کو "رُکنِ شدید"[1] کی پُشت وپناہی حاصل ہوگئی، چناں چہ آپ نے جہاد کی راہ ہموار کی۔ ابتدائی مراحل خیر وخوبی

---

[1] رُکن شدید بمعنی محکم آسرا ہے، یعنی قوی مددگار۔ سورۂ ہُود کی آیت ۸۰ میں حضرت لوط علیہ السلام کے قول میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

سے طے ہوئے اور آپ اپنے پیر و مُرشد اور رفقا کی مَعِیّت میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔ چوں کہ اس تحریک میں نجدیّت کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں :

جہاد : دو شنبہ ۷ / جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ (۱۷ / جنوری ۱۸۲۶ء) کو مولانا اسمٰعیل اپنے پیر و مرشد جناب سیّد احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سِندھ، بلوچستان، قندھار، مُقُر، غزنی، کابل، ہفت آشیاب، چار باغ، جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۶ء) کو چار سَدّہ کے علاقے ہَشت نگر پہنچا۔ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد کو امامِ برحق اور امیر المومنین بنا دیا۔ اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے[1]:

> ہر کہ اِمامتِ آں جناب ابتداءً قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید، پس ہموں است باغی مُشتَحل الدم کہ قتل او مثلِ قتلِ کفّار عین جہاد است و ہَتکِ او مثلِ سائرِ اہلِ فساد عینِ مرضیِّ ربّ العباد، چہ امثالِ این اشخاص بہ حکم حدیث متواترہ از جملۂ کلاب رفتار و ملعون اشرار اند، ایں است مذہبِ این ضعیف بدیں مقدمہ، پس جوابات اعتراضات مُعترضین ضَربِ بِالسَّیف است نہ تحریر و تقریر۔

یعنی " جو شخص آں جناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے، اس کی ہتک کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح ربّ العباد کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کُتّے کی چال چلنے والے ملعونینِ اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے نہ تحریر و تقریر۔"

مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی کے پیش نظر مکتوب کا قلمی نسخہ رہا ہے۔ اس میں " کلاب رفتار " کی جگہ " کلاب النّار " ہے یعنی آگ کے کُتّے۔[2]

---

[1] مکتوبات سیّد احمد شہید، ص ۱۶۹، مکتوبات ۳۱۔ [2] ملاحظہ کریں سیرت السیّد احمد شہید، پہلا حصّہ، ص ۵۳۳ سے ۵۴۰ تک۔

محمد بن عبدالوہاب نے ناکردہ گناہ عاجز مسلمانوں پر شبخون مارنے اور قتل کرنے کے لئے خوارج وغیرہ کے مسلک کو اختیار کیا اور مولانا اسماعیل نے چارسدہ پہنچتے ہی وہی راہ وروش اختیار کرلی اور عاجز مسلمانوں کو قتل کرنے کا فتوٰی صادر کر دیا۔ وائے بر اَرزانیِ خونِ کلمہ گویان۔

اِلَی اللهِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْهِ الْمُشْتَکٰی۔

مولانا اسماعیل کی یہ تحریر سب کے سامنے ہے۔ آپ نے جناب سیّد احمد کو امام کہا ہے اور ان کی امامت کے مُنکر کو دوزخی اور واجب القتل قرار دیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا اسماعیل نے رَوافض کے مسلک کو لیا ہے یا خوارج کے۔ امامت کا مسئلہ روافض کا ہے اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کا خون بہانا خوارج کا مسلک ہے۔ چناں چہ ان خبیثوں نے حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ وَجْہَہٗ کو شہید کیا۔ اہلِ سنّت وجماعت نے نہ امامت کا قصّہ کھڑا کیا ہے اور نہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

ہمارے سامنے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے: حضرتِ سَعْد بن عُبادَہ انصاری بڑے جلیل القدر صحابی تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں دعا فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ۔[1]

"اے اللہ تو اپنا خاص لُطف اور اپنی رحمت آلِ سعد بن عبادہ پر نازل فرما" رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی لیکن حضرت علی اور ان کے چند ساتھیوں نے چھے مہینے تک بیعت نہ کی اور پھر انھوں نے بیعت کی اور حضرت سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی اور وہ مدینۂ منوّرہ سے حَوران تشریف لے گئے اور وہاں سَن چودہ یا پندرہ یا سولہ میں رحلت کر گئے۔ ان دونوں حضرات سے کسی نے تعرّض نہیں کیا۔

مجھ کو کافی دن تک اس ترکیبِ مَزجی[2] نے اُلجھایا، اتّفاق سے ایک صاحب مولانا عبیداللہ سندھی کا رسالہ "حزب امام ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدّمہ" لائے، اس رسالے سے حقیقتِ امر کا پتہ چلا۔ مولانا سندھی نے صفحہ (۱۵۲) میں لکھا ہے:

---

[1] الاصابہ میں سعد بن عبادہ کے حال میں۔ [2] ترکیب مزجی یعنی نجدیت اور شیعیت کا امتزاج

" یہاں غلطی یہ ہوئی کہ شاہ صاحب کے فیصلے یعنی بورڈ کی حکمت کو نہ سمجھ کر سیّد صاحب کو امیر مطلق یعنی امام کے درجے پر مان لیا گیا اور یہ اُن لوگوں کی مداخلت سے ہوا جو امام عبدالعزیز کے تربیت یافتہ نہ تھے، اس شکست میں اس اصولی تبدیلی کو بڑا دخل ہے۔" ——— اور صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے :

" مگر وہ لوگ جو نجدی اور یمنی علماء کے شاگرد تھے باز نہ آئے اور انہی لوگوں کے بے جا اصرار نے مشکلات پیدا کر دیں۔ امیر شہید نے ان کے رہنما کو جو محمد اسماعیل اور امام شوکانی کا شاگرد اور زیدی شیعہ تھا اپنی جماعت سے نکلوا دیا مگر فساد کی آگ پھر بھی بھڑکتی رہی۔"

مولانا سندھی نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ شخص نجدی اور یمنی علماء کا اور مولانا اسماعیل کا شاگرد تھا لیکن اس کا نام ظاہر نہیں کیا، اگر نام ظاہر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ غالباً یہ شخص قافلے کے ساتھ ہشت نگر پہنچا ہے اور پہلا کام یہی کرایا ہے کہ جناب سید کی امامت کا اعلان ہو جائے۔

مولانا سندھی نے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے :

اِدَّعَی الشَّیْخ وِلَایَت عَلِیِّ الصَّادِقْپُوْرِیُّ اَنَّ الْاِمَامَ الْاَمِیْرَ هُوَ الْمَهْدِیُّ الْمَوْعُوْدُ وَاَنَّهٗ لَمْ یُسْتَشْهَدْ فِی الْمَعْرَکَةِ بَلْ اِخْتَفٰی عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ وَهُوَ مَوْجُوْدٌ فِیْ هٰذَا الْعَالَمِ.

" شیخ ولایت علی صادقپوری نے دعویٰ کیا ہے کہ امام امیر ہی مہدی موعود ہیں، وہ لڑائی میں شہید نہیں ہوئے ہیں بلکہ لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے ہیں اور وہ اس عالم میں موجود ہیں۔"

میر محبوب علی[1] نے اپنی کتاب تَارِیْخُ الْاَئِمَّةِ فِیْ خُلَفَاءِ الْاُمَّةِ کے (ص ۹۰۰) میں لکھا ہے :

---

[1] میر محبوب علی فرزند مصاحب علی کی ولادت پہلی محرم ۱۲۰۰ھ میں اور وفات ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ ترمذی میں مولانا اسماعیل کے ہم سبق رہے ہیں تقویۃ الایمان پر حاشیہ لکھا ہے جو چھپ چکا ہے، جہاد کے واسطے چار سو افراد کے ساتھ آخر صفر ۱۲۴۳ھ کو چارسدہ پہنچے، مسئلہ امامت اور جناب سید کی کشوفات سے دل برداشتہ ہوئے اور جناب سید سے اجازت لے کر جمعرات ۱۵ شعبان ۱۲۴۳ھ کو دہلی آگئے اور کتاب "تَارِیْخُ الْاَئِمَّةِ فِیْ ذِکْرِ خُلَفَاءِ الْاُمَّةِ" عربی میں لکھنی شروع کی، پہلی محرم ۱۲۴۴ھ کو ابتدا کی اور جمعہ ۱۱ رمضان ۱۲۵۱ھ کو لکھ کر فارغ ہوئے۔ کتاب عربی میں بڑی تقطیع کی ۹۲۸ صفحات کی ہے۔ "انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز" واقع تغلق آباد، دہلی میں مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ محفوظ ہے۔ جناب سید کے انصار میر محبوب علی کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش یہ صاحبان اس کتاب کا مطالعہ کر لیں۔ بلا تحقیق کسی کو بدنام کرنا درست نہیں۔

"جناب سید کی شہادت میں اختلاف واقع ہوا ہے، ان کے بعض معتقدین کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور اُن پہاڑوں میں جہاں قوم گوجر آباد ہے رُوپوش ہو گئے ہیں وہ روتے ہیں اور اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ غیبی امداد کرے، اور بعض کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل کی شہادت کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے، ایک ہی دن میں اور ذی القعدہ کے مہینے میں دونوں کی شہادت ہوئی ہے' اور سید کرم علی حافظ قرآن کا بیان ہے کہ مولانا اسماعیل کے بائیس دن بعد جناب سید جب کہ نماز پڑھ رہے تھے شہید کر دیے گئے اور اُن کا سر کاٹ کر لاہور بھیج دیا گیا۔ یہ لڑائی سکھوں سے ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔ اور القاسم الکذّاب پانی پتی اور اس کے ہم خیال کہتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ جناب سیّد کی وفات ہو گئی ہے اور دوسرے کے واسطے جائز ہے کہ امیر المومنین ہوئے وہ کُھلم کُھلا گمراہ ہے۔"

اور صفحہ (۸۹۵) میں لکھا ہے:

"میں نے جب جناب سیّد کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا کہ یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علماء مارے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سیّد صاحب کے کشوفات اور معارف ہوں گے جو کہ بَابُ الْجِهَادِ الشَّرْعِیِّ میں جمہور علماء کے بیان کردہ طریقے کے خلاف ہوں گے۔ میں نے خلوت میں جناب سیّد سے کہا: اے میرے سیّد! جہاد کا مدار مشورے پر ہے اور جہاد امورِ شرعیہ میں ایک بڑا رکن ہے، لڑائی کا مدار دھوکے میں ڈالنے پر ہے۔ یہاں آپ خود دھوکہ کھا رہے ہیں، کسی دوسرے کو دھوکے میں نہیں ڈال رہے ہیں۔ میرے نزدیک پہلا حیلہ یہ ہے کہ آپ اس مقام میں اقامت فرمائیں، یہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت نہ کریں، جب تک کہ آپ کے پاس ہندوستان سے بارہ ہزار مجاہد نہ آجائیں۔ جب غریب الوطن صبر کرنے والے بارہ ہزار مجاہد آجائیں تو آپ ان مقامات پر حکومت کریں اور اعلان کر دیں کہ اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کافروں سے جہاد

کرو۔ آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیرالمومنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نرالی بات رئیسوں اور سمجھ داروں کو وحشت میں ڈالتی ہے۔ میری اس بات کو سُن کر جناب سید نے کہا : جس کام کو میں نے سنوارا ہے تم اس کو بگاڑ رہے ہو، تمہاری اطاعت خاموشی کے ساتھ سننے کی ہونی چاہئے، ایسی خاموشی جیسی اس پہاڑ کی ہے جو میرے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے کہا : یہ بات مجھ جیسے شخص سے نہیں ہوسکتی کیوں کہ ان امور میں مسلمانوں کو صحیح مشورہ نہ دینا میرے نزدیک حرام ہے، اب جب کہ مجھ کو آپ خاموش رکھنا چاہتے ہیں اور میں خاموش نہیں رہ سکتا تو اصلاح فی مابین المسلمین کی وجہ سے مجھ پر لازم ہے کہ آپ سے الگ ہو جاؤں اور لوگوں کو اس اختلاف کی خبر نہ ہو، یہ سُن کر آپ نے مجھ کو ہندوستان جانے کی اجازت دی۔"

اور صفحہ (۸۹۶) میں لکھا ہے :

" میری یہ بات جنابِ سید سے تنہائی میں ہوئی، اور جناب سید نے علانیہ یہ بات کہی : مَنْ ذَهَبَ مِنْ عِنْدِي إِلَى وَطَنِهٖ مُرَاجِعًا فَقَدْ ذَهَبَ إِيمَانُهٗ . جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اس کا ایمان گیا۔

اور میں نے جناب سید سے یہ بات بھی کہی کہ آپ مجھ کو اپنا وکیل بنا کر پشاور کے رئیسوں کے پاس بھیجدیں اور آپ ان کو لکھ دیں کہ آپ کے پاس آنے والے مجاہدوں کا راستہ وہ لوگ نہ روکیں۔ سید صاحب نے کہا : میرے نزدیک یہ صورت مناسب نہیں ہے کیوں کہ یار محمد کے دل میں ذرّہ بھر ایمان نہیں ہے، وہ تم کو قتل کر دے گا۔ میں نے سید صاحب سے کہا : اگر اس نے مجھ کو قتل کر دیا آپ کی محبّت اس پر غالب آجائے گی، اور بلا سوال وجواب آپ کا اُن سے قتال کرنا جائز نہیں کیوں کہ وہ لوگ آپ کی آمد سے پہلے کے یہاں کے حکّام ہیں۔ یہ سُن کر سید صاحب خاموش رہے۔"

جناب سید احمد نے افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں کو مکتوب ارسال کیا ہے،

اس میں لکھا ہے[1]:

"بارہ جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ ہجری مقدس کو مشاہیرِ کرام، مشائخِ عظام، قابلِ احترام شہزادوں، صاحبِ حشمت خوانین اور تمام خاص وعام مسلمانوں کے اتفاقِ رائے سے سب نے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جُمعے کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا۔ اس خاکسار ذرّہٴ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعے جس میں شک اور شُبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے دی گئی تھی۔"

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ امامت کا قصّہ بھی مرہونِ کشف و الہام رہا ہے اور مولانا اسماعیل نے فورًا صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہہ کر منکرِ امامت کو مُنافق واجب القتل قرار دے دیا۔ وہ خان نصیر خاں والیِ بلوچستان کو لکھ رہے ہیں[2]:

"زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ پہلے بدمآل منافقوں کے استیصال اور اُن کی بیخ کنی میں پوری کوشش کی جائے، جب جناب والا کا قُرب وجوار بدکردار منافقوں سے پاک و صاف ہوجائے تو پھر اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ اصلِ مقصد کی طرف ہوسکتے ہیں۔"

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل، گئے کس مقصد سے تھے اور مشغول کس کام میں ہوگئے، مولانا اسماعیل نوّاب وزیرالدّولہ رئیسِ ٹونک کو تحریر فرمارہے ہیں[3]:

"معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے رہنے والے اکثر اسلام کے مُدّعی، جن میں عقل مند فُضلاء، مشائخِ طریقت، مغرور اُمَرا اور ان کے فاجر و فاسق پیر و بلکہ تمام شریر النّفس منافق اور بدخصلت فاسقوں نے دینِ مُحمّدی کو خیرباد کر کے کُفر و اِرْتِداد کا راستہ اختیار کرلیا ہے اور جہاد کی کوشش کرنے والوں پر طعن و تشنیع کی زبان کھول رکھی ہے۔"

---

[1] ملاحظہ کریں مکتوباتِ سیداحمد میں مکتوب ۲۶ کو ص۱۴۸ میں اور ترجمے کو ص۱۵۲ میں۔
[2] ملاحظہ کریں مکتوب ۶ کو۔ [3] ملاحظہ کریں مکتوب ۳۰ کو۔

مولانا اسماعیل نے سارے ہندوستان کے اہلِ علم، اصحابِ طریقت کو کفر و اِرتداد کی راہ پر چلنے والا قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سب نے جناب سیّد احمد کی امامت کی تائید کیوں نہیں کی۔

مولانا میر محبوب علی نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے، کتاب کے سرِ ورق پر لکھا ہے:

شَرْطُهٗ اَنْ یَکُوْنَ مُجْتَهِدًا فِی الْعُلُوْمِ الضَّرُوْرِیَّةِ۔" اس کی شرط یہ ہے کہ علومِ ضروریہ میں مجتہد ہو۔" چوں کہ یہ شرط جناب سیّد میں نہیں پائی جاتی لہٰذا منکرِ خلافت و امامت کا قتل ناجائز ہوا۔ یہ ہے میر محبوب علی کے قول کا خلاصہ۔

افسوس ہے مولانا اسماعیل نے جہاد کا رُخ غیر مسلموں سے مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ علی گڑھ کے سیّد مُراد علی ۱۸۷۲ء میں بہ سلسلۂ ملازمت بالاکوٹ وغیرہ گئے، وہاں بوڑھے افراد سے واقعات معلوم کیے، بالاکوٹ کے واقعے کو اِکتالیس سال گزرے تھے۔ معتبر اور چشم دید افراد سے جو کچھ اُن کو معلوم ہوا، اُسے ایک رسالے کی صورت میں قلم بند کر لیا۔ اس رسالے کا نام " تَارِیْخِ تَنَاوَلِیَانْ" ہے، اس کا خلاصہ درجِ ذیل ہے[۱]:

خُلاصَہ: سردار پائندہ خان ولد سردار نواب خان کا کچھ علاقہ سکھوں نے فتح کر لیا تھا، پائندہ خاں نے ۱۸۲۵ء میں قلعۂ دربند فتح کیا، ۱۸۳۰ء میں خلیفہ سیّد احمد نے پشاور اور کوہاٹ کے حاکم یار محمد خاں کو شکست دی۔ یار محمد خاں کابل کے میر دوست محمد خاں کے بھائی تھے، پشاور اور کوہاٹ فتح کرنے کے بعد خلیفہ سیّد احمد، سیّد بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ سرداروں اور رئیسوں نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سردار پائندہ خاں نے بیعت نہ کی، لہٰذا مجاہدین کی پائندہ خاں سے لڑائی ہوئی اور پائندہ خاں کا سارا علاقہ مجاہدوں کے تَصَرُّف میں آگیا۔ پائندہ خاں اپنی بیوی بچّوں کو لے کر دریا پار موضع شمدہرہ علاقۂ اگرور میں مقیم ہوئے چھے مہینے کے بعد انھوں نے عاجزی بھرا خط سردار ہری سنگھ کو بھیجا اور اُن سے مدد طلب کی، اور پھر ہری سنگھ نے پائندہ خان کے بیٹے جہان داد خان کو گروی رکھ کر

---

[۱] جس کو تفصیل مطلوب ہو تاریخ تناولیان صفحہ ۴۷ سے ۵۶ تک ملاحظہ کریں۔

دُو پلٹنوں سے جو مع ساز و سامان کے تھیں پائندہ خاں کی مدد کی اور پائندہ خاں اس مدد کو لے کر موضع پھڑبائی میں ہندوستانیوں سے لڑا اور فتح یاب ہوا۔ خلیفہ سیّد احمد اَنب چھوڑ کر پنجتار چلے گئے۔ پائندہ خان اپنے مُلک پر متصرّف ہوا۔ اس نے سکھوں کے افسران اور سپاہ کو بہ قدرِ مراتب انعام و خلعت دے کر رخصت کیا اور سردار ہری سنگھ سے اپنے بیٹے جہان داد خان کو طلب کیا۔ ہری سنگھ نے جہاں داد خان کو لاہور رنجیت سنگھ کے پاس بھیج دیا تھا، وہاں سے سات سال کے بعد جہاں داد خان کی آمد ہوئی۔

سیّد مراد علی علی گڑھی نے سردار پائندہ خان کا واقعہ سُنایا کہ انھوں نے اپنے فرزند جہاں داد خان کو گرو رکھ کر سکھوں کی مدد حاصل کی اور مجاہدوں سے اپنا مُلک حاصل کیا اور اسی طرح کا واقعہ ہم کو تھانیسری بھی سُنا رہے ہیں۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مجاہدین نے پشاور پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا۔ تقریباً دو ہزار قبائلی مقتول اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ مجاہدین کا نقصان نہ ہونے کے برابر تھا، پشاور اور اس کا سارا علاقہ جناب سیّد احمد کی مملکت کا حصّہ بن گیا۔ آپ نے وہاں قاضی، مفتی اور عامل مقرّر کئے۔ بہ ظاہر مجاہدوں کی یہ بڑی جیت تھی لیکن حقیقت میں یہ واقعہ اُن کی کامل بربادی کا ذریعہ بنا۔ تھانیسری نے لکھا ہے[1]:

"سلطان محمد خان برادر یار محمد خان مغضوب نے اس وقوعہ کے بعد اُسپ موسوم بہ لیلیٰ و مروارید جس کو مدّت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ طلب کر رہا تھا اور یہ سردار اُن کے دینے سے انکار کرتا تھا، اب سیّد صاحب سے خائف ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نذر کر کے طالب اعانت ہوا۔"

افسوس صد افسوس دو سال پہلے کیا اتّحاد و اتّفاق تھا، بے گھر اور بے در مجاہدوں کو صرف اسلام کے نام پر قبائلیوں نے جگہ دی اور اب کیا نفرت و بیزاری ہے کہ کوئی اپنے بیٹے کو سکھوں کے پاس گروی رکھ کر فوجی مدد طلب کر رہا ہے اور کوئی عُمدہ گھوڑے تحفہ بھیج کر اعانت کا طلب گار ہو رہا ہے تاکہ مجاہدوں کا استیصال کیا جائے۔

مکتوبات سیّد احمد شہید کے مکتوب ۴۴ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے

---

[1] تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹۔

کے علماء، فضلاء اور صلحاء کے بدگمان ہونے کی وجہ مولانا اسماعیل اور ان کے رفقاء کی وہابیت و غیر مقلدیّت ہوئی ہے۔ اس مکتوب کی ابتدا اس طرح ہے :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از امیر المومنین سیّد احمد بہ خدمت عالیات منابیع ہدایات، مصادر افادات، ہادیان راہ دین، خادمان شرع متین، ناشران احکام رب العالمین، نائبان رسول امین، مولانا حافظ محمد عظیم و مولانا عبد الملک آخوند زادہ، و مولانا حافظ مراد آخوند زادہ، و مولانا غلام جبیب آخوند زادہ و مولانا قاضی سعد الدین و مولانا قاضی مسعود و مولانا عبد اللہ آخوند زادہ و مولانا محمد حسن آخوند زادہ و مولانا حافظ احمد آخوند زادہ و جمیعِ علماء بلدِ پشاور سلمہم اللہ تعالیٰ الخ

اور ایک صفحے کے بعد لکھا ہے[1] :

چناں شنیدہ ایم کہ از جملۂ مُفتَرَیاتِ آں مُفتَرِیاں آن است کہ ایں فقیر را بلکہ زمرۂ مجاہدین را بہ الحاد و زندقہ نسبت می نمایند یعنی چناں اظہار می کنند کہ جماعۂ مسافرین ہیچ مذہب نہ دارند و بہ ہیچ مسلک مقیّد نیستند بلکہ محض راہِ نفسانیّت می پویند و بہ ہر وَجہ لذّتِ جسمانی می جویند خواہ موافق کتاب باشد خواہ مخالف معاذَاللہِ مِن ذٰلِکَ۔

"اور یہ سننے میں آیا ہے کہ مُفتریوں کے افتراءات میں سے ایک افترا یہ ہے کہ اس فقیر کو بلکہ مجاہدین کے گروہ کو مُلحِد و زِندِیق سمجھتے ہیں، یعنی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان مسافروں کی جماعت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور یہ کسی مَسلک کے پابند نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ نفسانیّت کی راہ چلتے ہیں اور ہر طریقے سے جسمانی لذّت تلاش کرتے ہیں، خواہ کتاب (کتاب اللہ) کے موافق ہو، خواہ مخالف، مَعَاذَاللہِ مِن ذٰلِکَ۔"

جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مولانا اسماعیل کو شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد القادر نے نصیحت کی تھی :

"رَفعِ یَدَین چھوڑ دو، خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔"

مولانا اسماعیل نے ان حضرات کی نہ صرف نصیحت ہی پر عمل نہ کیا بلکہ تقویۃ الایمان لکھ کر نجدیّت کی

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید، ص ۲۲۱۔

راہ اختیار کی، اس بے راہ روی کا اثر سرحد کے علماء نے دیکھا اور اُن کا حُسنِ ظنّ ختم ہوا۔ اور "یہ لوگ نفسانیت کی راہ چلتے ہیں" میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ مجاہدین نے جناب سیّد کے حکم سے پٹھان لڑکیوں سے جَبْرًا نکاح کرلیا۔ اس سلسلے میں جعفر تھانیسری لکھتے ہیں[1]:

"جا بہ جا اس رسم بد کا موقوف ہونا شروع ہوا اور ہزاروں لڑکیاں شوہر والیاں ہوگئیں۔"

پٹھانوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے ہیں قطعاً بے بنیاد ہے، البتہ صدہا سال سے ان میں یہ بُرا طریقہ رائج ہے کہ لڑکی کا مہر لڑکی کا باپ، بھائی وغیرہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں، آج تک اس رسم کا ازالہ کوئی نہیں کرسکا ہے۔ میرے بڑے بھائی حضرت ابوالفیض بلال رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ نے اس سلسلے میں سالہا کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

زواج کے معاملے میں مولانا عبیداللہ سندھی نے کابل میں باخبر افراد سے تحقیق کی ہے، وہ لکھتے ہیں[2]:

> "شرفاء افاغنہ دوسری قوموں کے شرفا سے رشتے ناطے کرنا معیوب نہیں سمجھتے، مہاجرین اپنے ساتھ اہل وعیال تو لے نہیں گئے تھے۔ جب افغان علاقے میں مستقل طور پر رہنے لگے تو ان کی شادی بیاہ افغانوں میں ہوتا رہا، مگر امیر شہید کے دعوٰی خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی اپنی حاکمانہ قوّت دکھاکر بہ جبر افغان لڑکیوں سے نکاح کرنے لگے۔ اس بارے میں بھی زیادہ مجرم وہی لوگ ہیں جو حزب ولی اللہ کے تربیت یافتہ سپاہی نہیں تھے اور اپنے مذہبی جوش میں اپنے فکر کے مقابلے میں امیر کی اطاعت بھی نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ، کا اصول غلط استعمال کرتے تھے، اُن کی مثال یورپ کے انارکسٹوں کی سی تھی، جو اس انقلابی جماعت کے ساتھ شریک ہوگئے تھے اور ان انقلابیوں کو سخت نقصان پہنچاکر رہے۔"

جناب سیّد نے جو مکتوب پشاور کے علماء کو لکھا ہے اس میں قبائلیوں کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ان مسافروں کی جماعت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور یہ کسی مسلک کے پابند نہیں ہیں۔"

---

[1] تواریخ عجیبہ، ص ۱۶۱۔ [2] ملاحظہ کریں حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ، ص ۱۶۳ و ۱۶۴۔

اب خیال کیا جائے کہ جناب سید کی امامت کو تسلیم نہ کرنے والے کو منافق اور کافر قرار دے کر قتل کرنا اور اس کے مال و اسباب کو مالِ غنیمت سمجھنا کس کا مسلک ہے، اور دوسروں کی لڑکیوں کو جبراً لینا اور ان سے نکاح کرنا کس کا مذہب ہے۔ ایسے افعال کا ارتکاب وہی شخص کرسکتا ہے جو کسی مذہب کا پابند اور ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کا مقلّد نہ ہوگا، اور قبائلیوں نے یہ بھی دیکھا کوئی آمین بلند آواز سے کہہ رہا ہے، کوئی رفع یدین کر رہا ہے اور یہی علاماتِ غیر مقلّدی ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کے حال میں ابن مرزوق کی کتاب سے سلیمان بن عبدالوہاب کا یہ واقعہ لکھا جاچکا ہے کہ انھوں نے اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے دریافت کیا کہ اسلام کے کتنے ارکان ہیں؟ محمد بن عبدالوہاب نے کہا: پانچ۔ سلیمان نے کہا: تم نے ان کو چھ کر دیا اور چھٹا یہ ہے کہ جو تمہاری پیروی نہ کرے وہ کافر۔ یہی صورت چارسدہ، ہشت نگر پہنچ کر مولانا اسماعیل نے اختیار کی کہ جو شخص جناب سیّد کی امامت تسلیم نہ کرے، وہ منافق اور کافر، اس کا خون بہانا جائز اور اس کا مال، مالِ غنیمت۔

یہ مسلک اہلِ اہواء کا ہے اور نجدی نے ان کا مسلک اختیار کیا ہے، اہلِ سنّت و جماعت نے شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَکَرَّمَ وَجْہَہٗ کے ارشاد پر عمل کیا ہے، ۳۷ھ میں جب آپ کی جماعت میں سے ایک گروہ آپ کا مخالف ہوا اور آپ سے لڑا، اس گروہ کے چار سو افراد مارے گئے حضرت علی نے مقتولین اور مجروحین کو ان کے رشتے داروں کے حوالے کیا اور اپنی جماعت سے فرمایا: جو سامانِ جنگ تمہارے ہاتھ لگا ہے وہ تم لے لو۔ "اَمَّا الْمَتَاعُ وَالْعَبِیْدُ وَ الْاِمَاءُ فَرَدَّہٗ عَلٰی اَھْلِہٖ۔" اور آپ نے ان کا مال و متاع اور غلام باندی کو ان کے گھر والوں کے سپرد کرایا۔[1]

مجاہدین کا عمل کیا تھا، اس کے متعلق میر محبوب علی لکھتے ہیں[2]:

بَلِ الْحَقُّ اَنَّ السَّیِّدَ اَحْمَدَ اَرَادَ الْجِہَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَتَبِعَہٗ بَعْضُ الصَّالِحِیْنَ فِیْ ھٰذِہِ الْاِرَادَۃِ الصَّحِیْحَۃِ وَغَزَوْا عَلَی الْکُفَّارِ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

---

[1] ملاحظہ کریں تَارِیْخُ الْاُمَمِ وَالْمُلُوْکِ از امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، ج ۲، ص ٦٦۔
[2] ملاحظہ کریں تاریخ الائمہ (قلمی) کا صفحہ ۸۹۱۔

فَلَمَّا اَظْهَرَ السَّيِّدُ اَنِّیْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلْخَلِيْفَةُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ كَافَّةً تَنَغَّصَ بَعْضُ مَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ وَبَقِیَ الْبَعْضُ الْاٰخَرُ مِنْهُمْ عَلٰى هٰذَا الْاِظْهَارِ اَيْضًا فَقَاتَلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ اِظْهَارِ هٰذِهِ الدَّعْوٰى خَوْفًا مِنْهُ عَلٰى مُلْكِهِمْ وَتَسَلُّطِهِمْ فَلَمَّا قَاتَلَهُمْ وَقَالَ اِنَّ مُقَاتِلَتَنَا مُنَافِقُوْنَ يَحِلُّ دَمُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ وَتَصَرَّفُوْا فِیْ اَمْوَالِ الْمَقْتُوْلِيْنَ كَتَصَرُّفِهِمْ فِی الْغَنَائِمِ، عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهٗ لَا يَلِيْقُ بِالْخِلَافَةِ فَنَكَثَ الْجَمِيْعُ عَنْ مُبَايَعَتِهٖ وَقَالُوْا لَا نَتَّبِعُكَ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْاُمُوْرِ.

"یہ حق ہے کہ سیّد احمد نے اللہ کے راستے میں جہاد کا ارادہ کیا اور کچھ نیک بختوں نے اس اچھے ارادے میں ان کی پیروی کی، اور وہ کافروں سے لڑے، کافروں کو قتل کیا اور خود بھی اللہ کی راہ میں مارے گئے اور جب جناب سیّد نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کا خلیفہ ہوں تو آپ کے ساتھ کے بعض مجاہد مُکدّر خاطر ہوئے اور دوسرے بعض اظہار کے بعد بھی آپ کے ساتھ رہے لیکن اس علاقے کے باشندے جو کہ مسلمان ہیں جناب سیّد کے اس اعلان کے بعد آپ سے لڑے، ان کو کھٹکا ہوا کہ ان کا مُلک اُن کے ہاتھ سے نہ نکل جائے اور جناب سیّد کا کہیں ان پر تسلُّط نہ ہو جائے، لہٰذا انھوں نے جناب سیّد سے قتال کیا، اور جناب سیّد نے اعلان کیا کہ ہم سے لڑنے والے منافق ہیں، ان کا خون اور ان کا مال ہمارے واسطے حلال ہے۔ لہٰذا جناب سیّد کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مالِ غنیمت کی طرح تصرّف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جناب سیّد خلافت کے لائق نہیں۔ لہٰذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا کہ ہم تمہارا اتباع کسی امر میں نہیں کریں گے"۔ الخ

یعنی امامت کے اعلان کے بعد مجاہدوں میں بھی بے چینی پیدا ہوئی اور قبائلی مخالف ہو گئے۔ ان کو اپنے مُلک کا ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہوا اور اُن کا خیال ہوا کہ ہم پر جناب سیّد کا تسلّط اور اقتدار قائم ہو جائے گا۔ اور جب مقتول قبائلیوں کے مال و متاع پر مجاہدوں نے قبضہ کیا تو ان کا خیال یقین کی صورت اختیار کر گیا۔ اور وہ سب جناب سیّد کے مخالف ہو گئے۔

مولانا عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں[1]:

---

[1] حزب ولی اللہ کی تاریخ کا مقدمہ، ص ۱۷۰۔

"جس دن سے امیرِ شہید افغانوں کے امیر بنے اُسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی ہے اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اُسے امیرِ شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے اس طرح دونوں قومیں مل کر جہاد کرتی رہتیں۔"

مولانا عبیداللہ سندھی کو اللہ تعالیٰ اجر دے، انھوں نے اُس فتنۂ شنعاء کو بے نقاب کیا ہے جو تحریک جہاد کی ناکامی اور مجاہدین کی ہلاکت کا سبب بنا، وہ لکھتے ہیں[1]:

"کابل میں قیام کے زمانے میں ہم نے اس فتنے کے متعلق کافی معلومات حاصل کرلی ہیں، اس کی ابتدا خویشگی کے اُس خاندان سے ہوئی جس کی لڑکی کا جبراً نکاح ہوا تھا اُس میں زیادہ رہنمائی کرنے والا خٹک کا خان تھا جس نے خویشگی خان سے صلح کرلی تھی، ان ہر دو خوانین کی باہمی پُشتی عداوت تھی، جب خویشگی کے خان کی ایک لڑکی کا ایک ہندوستانی سے جبراً نکاح کیا گیا تو اُس نے خانِ خٹک سے کہا کہ میں نے اب اپنا دعویٰ چھوڑ دیا ہے، اب سوال ننگِ افغانی کا ہے۔ ہماری باہمی صلح ہے تم میری امداد کرو، خان خٹک کی نوجوان لڑکی تھی، خان خٹک نے پیغام پہنچتے ہی اُسی مجلس میں اپنی دوشیزہ لڑکی کو بُلایا اور سَرِ دَربار اس کے سر سے کپڑا اُتار دیا اور کہا: آج سے تیری کوئی عزّت باقی نہیں رہی جب تک اُس افغانی لڑکی کا انتقام نہیں لیا جاتا، تیری عزت ہیچ محض ہے۔ اس کے بعد خانِ خٹک کی یہ لڑکی اس فتنے کے خاتمے تک ہموار ننگے سر رہی۔ رات کو ایک جماعت اس کے ساتھ جاتی اور گاؤں میں عورتوں مردوں کو جمع کرکے پشتو میں ننگِ افغان کے متعلق لوگوں کو بھڑکاتی، دوسری رات دوسرے گاؤں میں جاتی۔ اس طرح اُس نے تمام افغانی علاقے میں، شورش منظّم کردی، اس پر ایک مُعیّن رات میں سب سرداروں کو قتل کر دیا گیا اور حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔"

یعنی جناب سید کے مقرّر کردہ افسران اور کارندوں کو قتل کردیا گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[1] حزب ولی اللہ کی تاریخ کا مقدمہ، ص ۱۷۰۔

اِعْلَام نَامَہ: جعفر تھانیسری نے لکھا ہے[1] ۶ ربیع الاوّل ۱۲۴۵ھ ۵ ستمبر ۱۸۲۹ء بہ اتفاق رائے جملہ علما و رؤسا ایک اعلام نامۂ شرعی بہ نام سلطان محمد خان حاکم پشاور اور اس کی نقول بہ نام ساکنان شہر پشاور اور اطراف پشاور کے روانہ کی گئیں۔

یہ اعلام نامہ مکتوبات سیّد احمد شہید میں صفحہ ۱۹ سے ۲۸ تک ہے، اس کے صفحہ ۲۳ میں ہے:

نہ باکسے از اُمرائے مسلیمن منازعت داریم و نہ باکسے از رؤسائے مومنین مخالفت، باکفّارِ لئام مقابلہ داریم نہ بامُدّعیانِ اسلام۔

"نہ مسلمان امرا میں سے کسی کے ساتھ ہماری منازعت ہے اور نہ مؤمنین رؤسا میں سے کسی کے ساتھ ہماری مخالفت ہے۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدّعیانِ اسلام سے۔"

جعفر تھانیسری پھر لکھتے ہیں کہ سردار سلطان محمد خان متکبر نے اس نامہ فیض شمامہ کا یہ جواب لکھا:

"ہم نے آپ کے مضمون نامے پر اطلاع پائی، آپ نے جو لکھا ہے کہ ہم خدا کے واسطے اس مُلک میں کفار سے جہاد کرنے کو آئے ہیں اور کلمہ گویان سے لڑنے نہیں آئے، یہ سب آپ کی ابلہ فریبی ہے، آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کاسد ہے۔ آپ فقیر ہو کر ارادۂ اِمامت اور حکومت کا رکھتے ہیں پس ہم نے بھی خدا کے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے۔"

مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں[2]:

"**امیر شہید کی شہادت:** اس خونیں واقعے کے بعد، سیّد صاحب نے ارادہ کر لیا کہ اس بدنصیب سرزمین سے ہجرت کر لی جائے، جس قدر مجاہدین موجود تھے اُن کے روبرو آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں، نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں، آپ مجھے رخصت دیں۔ مجاہدین نے کہا کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر آپ نے کشمیر کی جانب کوچ کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۱۲۴۶ھ کا ہے (یعنی اَواخرِ نومبر

---

[1] تواریخ عجیبہ [2] حزب امام ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ، ص ۱۷۱، ۱۷۲۔

یا اوائلِ دسمبر ۱۸۳۰ء کا) پنجتار اور سمہ کے مخلص عقیدت مند کئی منزل تک آپ کے ساتھ گئے۔ سیّد صاحب علاقۂ کاغان میں پہنچے، وہاں سے آپ نے چار سو مجاہدین کا لشکر زیرِ قیادت مولانا شہید اور مولانا خیر الدین شیر کوٹی دَرّہ بھوکر ملک روانہ کیا، یہاں شیر سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ مال گزاری وصول کرنے کے لیے پڑا تھا۔ مجاہدین کا شبخون کامیاب رہا اور وہاں کے لوگوں نے مالیہ سکھوں کی بجائے مجاہدین کو ادا کیا، جو ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ درّۂ مذکور سے بڑھ کر مولانا شہید نے بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا۔

ان ایّام میں شیر سنگھ سلطان نجف خان رئیس مظفر آباد کے ساتھ پشاور گیا ہوا تھا، مظفر آباد سکھوں کا فوجی ہیڈ کوارٹر تھا۔ مولانا شہید نے خیر الدین، مُلّا قطب الدین اور منصور خان قندھاری کو فوج دے کر مظفر آباد روانہ کیا، خون ریز جنگ کے بعد مظفر آباد فتح ہوا۔ شیر سنگھ کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ گڑھی حبیب اللہ آیا جو مظفر آباد اور بالاکوٹ کے درمیان ہے۔ بالاکوٹ گویا ایک قدرتی قلعہ ہے جس کو چاروں طرف سے بلند پہاڑوں کی دیواروں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک بد بخت مسلمان کی رہنمائی سے شیر سنگھ دشوار گزار دَرّوں سے چھلانگتا ہوا ایسے مقام پر پہنچا جہاں صرف ستّر مجاہد پہرہ دے رہے تھے، ان سب کو شہید کر کے شیر سنگھ کی بیس ہزار فوج ایک محصور مقام پر بارہ سو کی جماعت سے نبرد آزما ہوتی ہے۔ نشیبی علاقے میں مجاہدین تھے اور بلندیوں پر سکھ۔ دست بہ دست لڑائی کے علاوہ سکھوں کی بھاری جمعیت پہاڑوں سے گولیوں کی بارش برسا رہی تھی۔ سیّد صاحب، مولانا شہید، ارباب بہرام اور دوسرے جاں نثار مجاہدین سکھوں کی فوج میں گھس گئے اور سب نے جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ واقعہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کا ہے، بروز جمعہ وقت نمازِ جمعہ، شہادت کے وقت سیّد صاحب کی عمر ۴۶ سال کی تھی اور مولانا شہید کی عمر ۵۳ سال۔"

دوشنبہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ، ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چارسدہ

ہشت نگر کو روانہ ہوا اور جمعہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جامِ شہادت پیا۔

قمری حساب سے ۵ سال، ۵ مہینے، ۱۷ دن۔

شمسی حساب سے ۵ سال، ۳ مہینے، ۲۰ دن۔

یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اُٹھایا جو نجدی اُٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے وہ قتل کیا جائے اور یہ مسلک اہلِ اہوار کا ہے۔

اس تحریک سے اسلامیانِ ہند کی جمعیت پراگندہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی اور فرنگ خَذَلَہُمُ اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۷ء میں جب علماء حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پروردگانِ فرنگ نے اس کی مخالفت کی۔ مولانا محمد حسین لاہوری نے لکھا ہے[۱]:

"مفسدۂ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بہ حکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے، بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علومِ دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علماء، اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتوے پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مُفسد لئے پھرتے تھے انھوں نے خوشی سے دستخط کئے۔ اس کی تفصیل ہم اِشَاعَةُ السُّنَّۃ نمبر دس۱۰ جلد آٹھ۸ میں کر چکے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیلؒ دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے مُلک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس مُلک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس مُلک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے، کسی کو اونچے اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے، اس کی تفصیل بھی آنر ایبل سیّد احمد خان صاحب سی، ایس، آئی کا رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر سے اشاعت السنۃ نمبر (۱۰) جلد (۸) میں گزر چکی ہے۔"

---

[۱] ملاحظہ کریں مولانا محمد حسین لاہوری کا رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" حصہ اوّل، صفحہ ۴۹ و ۵۰۔

راجا غلام محمد نے لکھا ہے[۱]:

" مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانۂ غدر کی لڑائی کی نسبت جس میں بخت خان باغی نے ان کو شریک کرنا چاہا تھا، جہاد ہونے کا انکار اور مولوی محمد حسین لاہوری بھی اب تک بہ ذریعہ پرچہ اشاعت السّنہ جہاد کا نسبت گورنمنٹ ہند کے انکار کرتے ہیں۔
(سِول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۱۰ نومبر ۱۸۷۶ء)

(اور) ملاحظہ فرمائے نواب محمد صدّیق حسن خان برٹش گورنمنٹ کی کاسہ لیسی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرار دیتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف علمار خواص اور عوام کو فسادی اور عاقبت نااندیش کہتے ہیں، کوئی اُن سے پوچھے کہ حضرت! آپ کو انگریز کی نمک حلالی کرنی ہے تو کیجئے، حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلاۃ کا ارشاد آپ نے انگریزوں کی حمایت میں کہاں سے نکال لیا۔

پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے، فساد کے پردے میں جہاد کا نام لے کر اُٹھا دیا جائے سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے، بھلا اِن عاقبت نااندیشوں کا چاہا ہوگا، یا اُس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوگا، جس کا کہا ہوا آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

ترجمان وہابیہ از نواب سیّد محمد صدیق حسن خان مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ص۷ "

راجا غلام محمد[۲] نے مولوی سیّد نذیر حسین بہاری دہلوی کی سوانح حیات "الحیاۃ بعد المماۃ" کے صفحے ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۴۰ سے انگریزوں کی عنایات کا ذکر کیا ہے جو مولوی صاحب پر کی گئی ہیں۔ مولوی صاحب جب حج کے واسطے روانہ ہوئے، ان کو یہ سرٹیفکٹ دیا گیا۔

" مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بہت بڑے مُقتدر عالم ہیں، جنھوں نے نازک وقت میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے، جس کسی برٹش افسر کی

---

[۱] ملاحظہ کریں رسالہ امتیاز حق از راجا غلام محمد، صفحہ ۸۲ و ۸۳۔

[۲] راجا غلام محمد نے ۸۷ کتابوں سے یہ رسالہ "امتیاز حق" مرتّب کیا ہے۔ جُویائے تحقیق اس رسالہ کی طرف رجوع کرے۔

وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا، کیوں کہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط جے، ڈی، ٹریملٹ بنگال سروس

کمشنر دہلی و سپرنٹنڈنٹ، ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء"

کتاب "بیس بڑے مسلمان" سے پادریوں کی رپورٹ نقل کی جاچکی ہے، اس میں لکھا ہے:

"برِ صغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ جل شانہ، فرماتا ہے: وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔" اور جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی، پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں اُن کو اس بن مددگار۔"

نو سو سال سے مملکتِ اسلامیہ کا جو چراغ اس برِ صغیر میں جل رہا تھا آپس کے اختلافات اور غداروں کی وجہ سے ایسا بجھا کہ پھر جل نہ سکا۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔

اب ناظرین مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ دہلوی کا جواب ملاحظہ کریں۔

مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ کا جواب

مولانا بدایونی نے اپنا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ کے جواب کو رسالہ "تحقیق الحقیقۃ" میں نقل کر دیا ہے اور یہ رسالہ ۱۲۶۷ھ میں بمبئی سے شائع ہوا ہے۔ مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اپنی ضخیم کتاب "انوار آفتاب صداقت"[1] میں مکتوب و جواب مکتوب کو نقل کر دیا ہے۔ اس کتاب سے مکتوب و جواب مکتوب نقل کرتا ہوں۔ (از صفحہ ۶۱۷ تا ۶۲۰)

مولانا فضل رسول کا مکتوب:

"بعد گزارش آداب تسلیمات عرض ہے کہ تقویۃ الایمان کے مشہور ہونے کے وقت سے لوگوں میں بڑی نزاع ہے۔ مخالفین کہتے ہیں وہ کتاب مخالف ہے تمام سلفِ صالح اور سوادِ اعظم کے اور مخالف مصنف کے خاندان کے اور اس کتاب کی رُو سے اُن کے اُستادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر و شرک

---

[1] یہ کتاب ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں میر امیر بخش نے کریمی پریس لاہور میں طبع کی۔

سے نہیں بچتا، اور اُن کے موافق لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتاب موافق سَلَفِ صالح اور ان کے خاندان کے ہے، چوں کہ اس بات کو جیسا آپ جانتے ہوں گے غالب کہ دوسرا نہ جانتا ہوگا، اَھْلُ الْبَیْتِ اَدْرٰی مَافِی الْبَیْتِ، اس خیال سے چند باتیں معروض ہیں، امّید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو۔

پہلا سوال: تقویۃ الایمان آپ کے خاندان کے موافق ہے یا مخالف؟

دوسرا سوال: لوگ کہتے ہیں اس میں انبیا اولیا کے ساتھ بے ادبی کی ہے، اس کا کیا حال ہے؟

تیسرا سوال: شرعًا اس کے مصنّف کا کیا حکم ہے؟

چوتھا سوال: لوگ کہتے ہیں: عرب میں وہابی پیدا ہوا تھا، اس نے نیا مذہب بنایا تھا۔ علماءِ عرب نے اس کی تکفیر کی، تقویۃ الایمان اس کے مطابق ہے؟

پانچواں سوال: وہ کتاب التوحید جب ہندوستان آئی آپ کے حضرت عم بزرگوار اور حضرت والد نے اُسے دیکھ کر کیا فرمایا تھا؟

چھٹا سوال: مشہور ہے کہ جب اس مذہب کی نئی شہرت ہوئی تو آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ مولوی رشید الدین خان صاحب وغیرہ تمام اہلِ علم آپ کے ساتھ تھے اور مجمع خاص وعام میں مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحیّ صاحب ساکت اور عاجز کیا، اس کا کیا حال ہے؟

ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مرید اُن کے طور پر تھے یا آپ کے موافق۔

امّید ہے کہ جواب ان سب مراتب کا صاف صاف مرحمت ہو کہ سبب ہدایت ناواقفوں کا ہے۔"

OOOOOO

مولانا مخصوص اللہ کا جواب: "پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام 'تَفْوِیَۃ الایمان' ساتھ فا کے رکھا ہے۔ اس کے رد

میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام "مُعِیدُ الْاِیمَان" رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے، کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھلانے کو، اپنے راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنّت کا پتہ بھی نہیں ہے، اس میں شرک اور بدعت کے افراد گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے، کسی رسول نے اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروں سے کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شرک کے معنی ایسے کہتے ہیں کہ اس کے رو سے فرشتے اور رسولِ خدا کے شریک بنتے ہیں اور خدا شرک کا حکم دینے والا ٹھیرتا ہے اور وہ شریک کہ شرک سے راضی ہو وہ مبغوض خدا کا ہوتا ہے، محبوب کو مبغوض بنانا اور کہوانا، ادب ہے، یا بے ادبی ہے، اور بدعت کے معنی وہ بنائے اور پھیلائے ہیں کہ اصفیا اولیا بدعتی ٹھیرتے ہیں اور یہ ادب ہے یا بے ادبی ہے۔

تیسرے مطلب کا جواب یہ ہے کہ پہلے دونوں جوابوں سے دیندار اور سمجھنے والے کو ابھی کھُل جائے گا کہ جس رسالے سے اور اُس کے بنانے والے سے لوگوں میں بُرائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیا اولیا کے ہو اور وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک اس کا رسالہ عملنامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے وا" فتنہ گر اور مُفْسِد اور غَاوِی اور مُغْوِی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا تھا، اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب چھن گیا تھا۔ مانند قول مشہور کے 'چوں حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی' ایسے ہی ہو گئے۔

چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ وہابی کا رسالہ متن تھا، یہ شخص گویا اسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ بڑے عَمِّ بزرگوار کہ وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے،

اس کو سُنا، یہ فرمایا: ' اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کا سا جواب اس کا رَد بھی لکھتا'؛ اس کی بخشش وَہابِ بے مِنّت نے اس بے اعتبار کو کی، شرح کا رَد لکھا، متن کا مقصد بھی نابود ہوگیا۔ ہمارے والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا، بڑے حضرت کے فرمانے سے کُھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رَد لکھنا فرمایا۔

چھٹی تحقیق کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تحقیق اور سچ ہے کہ میں نے مشورت کی راہ سے کہا تھا کہ تم نے سب سے جُدا ہو کر تحقیق دین میں کی ہے، وہ لکھو کچھ ظاہر نہ کیا۔ ہماری طرف سے جو سوال ہوئے تھے اس کے جواب میں ہاں جی ہاں جی کر کے مسجد سے چلے گئے۔

ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر اُن کا جھوٹ سُن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے اور ہمارے والد کے شاگردوں اور مریدوں میں سے بہت بچے رہے، شاید کوئی نادر پھرا ہو تو مجھے اس کی خبر نہیں۔"

(بلفظ، صفحہ ۲۴) یہ نمبر تحقیق الحقیقۃ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہِمَا وَرَضِیَ اللہُ عَنہُمَا وَاَنزَلَہُمَا مَنزِلَ الرِّضَا کو اجرہائے کثیرہ عنایت کرے۔ آپ نے تیسرے سوال کے جواب میں کیا خوب تحریر فرمایا ہے:

"میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے۔"

اگر اس رسالے کا صحیح ترجمہ عربی میں کیا جائے اور عرب ممالک کو بھیجا جائے، بجز نجدیوں کے کوئی اس کی حمایت نہیں کرے گا۔

اب میں "چہاردہ مسائل" نقل کرتا ہوں، پہلے اصل فارسی، پھر اس کا اُردو ترجمہ، ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا رشید الدین خاں نے کیسے اصولی مسائل دریافت فرمائے ہیں اور مولانا اسماعیل نے کیا خوب جواب لکھے ہیں۔
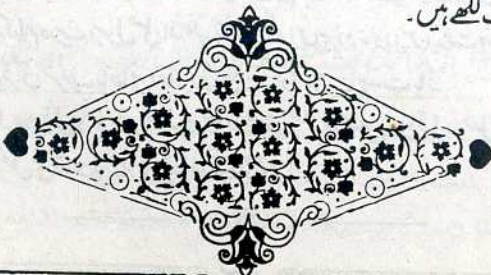
رسالہ چہاردہ مسائل

استفتاے مولوی رشید الدین خان از مولوی اسماعیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از علماے اہل سنّت و جماعت ابقاہم اللہ تعالیٰ استفسار چند مسئلہ می رود :

اوّل آنکہ دخلِ عقل و فکر در فہم شرعیات باید داد یا ہر چہ از ترجمۂ لُغت بہ فہم لغت داں درآید محض بر ہماں اکتفا باید کرد .

دوم آں کہ راے مؤمنین را در حُسنِ شرعی دخل ہست یا نہ ، یعنی بہ اتّفاق راے مؤمنین در امرے حُسنِ شرعی دراں پیدا می شود یا نہ .

سیوم آں کہ اجماع حجّت قطعی ہست یا نہ .

چہارم قیاس حجّت شرعی ہست یا نہ .

پنجم آں کہ تاویل در کتاب و سنّت جائز ہست یا نہ .

ششم آں کہ بوسہ دادنِ قبور شرک و کُفر است یا نہ .

ہفتم آں کہ کسے را کہ بہ بدعتِ سیئہ فتوٰی دہد ضال و مُضل تواں گفت یا نہ .

ہشتم آں کہ ثواب عبادتِ بدنیہ مثلِ قراءتِ قرآن و صلاۃ و صوم و نفل ہر گاہ کہ بہ نیّتِ میتے خواندہ دگزرانیدہ شود ، بہ او می رسد یا نہ .

نہم آں کہ ناقل اجماع اگر عالمے معتبر باشد نقلِ او را تسلیم باید کرد یا رد .

دہم آں کہ ارواح مفارقہ عند الشّرع مدرک و حسّاس اند یا نہ .

یازدہم آں کہ مستحسن بدعتِ سیئہ کافر یا مُشرک ہست یا نہ .

دوازدہم ان کِتابت قرآن در مصاحف بدعت است یا نہ .

سیزدہم آں کہ اعراب قرآن بدعت ہست یا نہ و اگر ہست حسنہ است یا سیئہ ، و ایں جمع قرآن بہ حکم کدام آیت قرآن بود یا بہ کدام حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا بہ حکم ایں ہر دو نہ بود ، پس بدعت ہست یا نے و ہمچنیں ہر حکمے کہ از نصّ قرآن شریف یا ظاہرِ احادیث متین نہ بود بدعت ہست یا نہ .

چہاردہم آں کہ عدمِ قول و فعلِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ہمچنیں عدمِ قول و فعلِ صحابہ موجبِ عدمِ جوازِ آں قول و فعل می شود یا نے . بَیِّنُوْا وَتُوْجَرُوْا .

مولوی اسماعیل

جواب از سوال اوّل   آں کہ دخلِ عقل و فکر در فہمِ شرعیات ضرور ہست ولہٰذا قاعدۂ اَلْعَقْلُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّقْلِ مثلِ مشہور است، وظاہر ہست کہ اگر عقل بر نقل مقدّم نہ باشد ضبطِ قواعد از برائے رفعِ تعارض از نصوصِ متعارضۃ الظّواہر و تاویلِ آیات و روایات مجیٔ و اتیان الٰہی بطرف سماءِ دُنیا و آیات و روایات دیگر کہ مشتمل بر اتصافِ اُو تعالیٰ بہ صفاتِ امکانیہ ہست، وجہے نہ خواہد داشت، و در قرآن جا ہا ظاہر ترجمۂ لُغت ہرگز مراد نیست، مثلِ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى، وَلَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ. وَلَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى، وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا، الآیۃ، اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ، هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ، وَغَيْرِهَا مِنَ الْاٰيَاتِ.

جواب از دوم   آں کہ رائے مومنین را کہ در وقتِ اطلاق افراد کاملہ ازاں مراد می شود، در حُصولِ حُسنِ شرعی بہ اشیاء دخل ہست بہ دلیلِ قولِ النّبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1] مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ، پس ہر گاہ کہ رائے جمّ غفیر از علماء با دیانت بر امرے متّفق شود، حُسنِ شرعی دراں پیدا می شود.

جواب از سیوم   آں کہ اجماع حجّتِ قطعی است و ادلّہ براں در کتب اصولیہ مذکور.

---

[1] ذکر الحافظ السیوطی فی کتابہ تاریخ الخلفاء القائمین فی امر الدین فی احوال سیّدنا ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ فی فصل الأحادیث والآیات المشیرۃ الیٰ خلافتہ، اخرج الحاکم وصحّحہ عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال ما راٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللّٰہ حَسَنٌ وما راٰہ المسلمون سَیِّئًا فھو عند اللّٰہ سَیِّءٌ ص۲۵.

جواب از چہارم آں کہ قیاس حجتِ شرعی است نزد ائمۂ اربعۂ اہل سنت، وَالدَّلَائِلُ عَلٰی حُجَّتِہٖ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ مَذْکُوْرَۃٌ فِیْ کُتُبِ اُصُوْلِ الْفِقْہِ.

جواب از پنجم آں کہ تاویل در کتاب و سنت بہ جہتِ رفعِ تعارض بین الأدلّۃِ یا بودن ظاہرِ آں خلاف عقل یا خلافِ مَا تَقَرَّرَ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَاَمْثَالِہِمَا جائز است بل واقع.

جواب از ششم آں کہ بوسہ دادنِ قبور شرک و کفر نیست چرا کہ ایں مختلف فیہ ہست در فقہا بعضے منع ازاں کردہ اند و بعضے جائز داشتہ اند و امرے کہ درمیان فقہا بہ اعتبار جواز و عدم آں مختلف فیہ می باشد احتمال شرک را دراں گنجائش نیست، چہ کسے کہ درمیان شرک و امر مشروع فرق نہ دارد کلام در اسلامش ہست تا بہ فقہائیش چہ رسد، و ہرگاہ کہ بوسہ دادنِ قبور از امور مختلف فیہا شد پس حالا ہم اگر نزدِ احدے از علماء متقین جواز آں ترجیح یابد او را عمل براں جائز ہست، کَمَا ہُوَ حُکْمُ عَامَّۃِ الرِّوَایَاتِ الْمُخْتَلَفِ فِیْہَا. و مع ہٰذا ہیچ وجہ شرک و کفر در بوسیدن قبور نیست، مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ.

جواب از ہفتم آں کہ کسے کہ بہ جواز بدعتِ سیئہ فتوٰی دہد ضال و مُضل ہست.

جواب از ہشتم آں کہ ثواب عبادت بدنیہ ہم چوں قراءتِ قرآن شریف و صلاۃ و صوم و نفل ہرگاہ بہ نیتِ وصولِ ثوابِ آں بہ میت بہ عمل آید بہ آں میت می رسد و آیاتِ دالّہ بریں مطلب در کتبِ دینیہ بسیار ہست، ازاں جملہ ہست آں چہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ در شرحِ صدور می فرماید، فَصْلٌ فِیْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ لِلْمَیِّتِ اَوْ عَلَی الْقَبْرِ اخْتُلِفَ فِیْ وُصُوْلِ ثَوَابِ الْقِرَاءَۃِ لِلْقُرْاٰنِ عِنْدَ السَّلَفِ وَالْاَئِمَّۃُ الثَّلَاثَۃُ عَلَی الْوُصُوْلِ وَاَمَّا الْقِرَاءَۃُ عَلَی الْقَبْرِ فَجَزَمَ بِمَشْرُوْعِیَّتِہَا اَصْحَابُنَا وَغَیْرُہُمْ.

وَفِیْ شَرْحِ الْمِشْکٰوۃِ لَا یُکْرَہُ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ عَلَی الْمَقَابِرِ وَہُوَ الصَّحِیْحُ ذَکَرَہُ الشَّیْخُ ابْنُ الْہُمَامِ وَفِی السِّرَاجِیَّۃِ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقَبْرِ مَکْرُوْہٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی، اِنْتَہٰی.

فِی التَّجْنِیْسِ لَوْ صَلّٰی اَوْ صَامَ اَوْ اَنْفَقَ اَوْ فَعَلَ شَیْئًا مِنَ الْقُرُبَاتِ لِیَصِلَ ثَوَابُہٗ اِلَی الْمَیِّتِ یَجُوْزُ وَیَصِلُ وَیُعْتَبَرُ بِہٰذِہِ النِّیَّۃِ وَالْعَمَلُ فِی الْاِیْصَالِ، اھ.

واستنباط جواز انتقالات عبادات نافلۂ بدنیہ از احادیث بسیار می تواند نمود، مثل حدیث جواز حج از طرف دیگرے کہ جہت بدنیت از جہت مالیت دراں غالب ہست کَمَا لَا یَخْفٰی، و مثل احادیث

انتقال خیرات جانی بہ طرفِ مجتبیٰ علیہ در دارِ آخرت۔

جواب از نہم آں کہ ناقلِ اجماع اگر عالم معتبر باشد نقل او را مسلم باید داشت مثل نقل دیگر اخبار و آثار کہ قولِ واحدِ عدل دراں معتبر است والتفصیل فی کُتب اصول الفقہ و اصول الحدیث۔

جواب از دہم آں کہ ارواح مفارقہ از ابدان عندالشرع مدرکہ و حسّاسہ اند، امام بیضاوی در تفسیر خود در تفسیر کریمہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ، الآیۃ۔ می فرمایند۔ وَفِيْهَا دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ الْاَرْوَاحَ جَوَاهِرُ قَائِمَةٌ بِاَنْفُسِهَا مُغَايِرَةٌ لِمَا يُحَسُّ مِنَ الْبَدَنِ تَبْقٰی بَعْدَ الْمَوْتِ دَرَّاكَةً وَعَلَيْهِ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَبِهٖ نَطَقَتِ الْاٰيَاتُ وَالسُّنَنُ وَعَلٰی هٰذَا فَتَخْصِيْصُ الشُّهَدَاءِ لِاِخْتِصَاصِهِمْ بِالْقُرْبِ مِنَ اللهِ وَمَزِيْدِ الْبَهْجَةِ وَالْكَرَامَةِ، اھ۔

و احادیث صحیحہ دالّہ بہ سماع میت اقوال و آواز پائے زائرین را مثل سلام و خفوق و قوع نعال شاں و غیر آں مثل احادیث تلقین و احادیث خطاب و غیر آں در کُتب احادیث صحیحہ موجود، و قول آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقتے کہ عرض کردہ بود مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ لَهُمْ۔ اَدلّ دلیل است بر سماع موتی۔

جواب از یازدہم آں کہ مستحسن بدعتِ سیّئہ اگر بہ اعتبار سوءِ فہم بہ زعم عدم جہت قُبح دراں بہ حکم کدام شُبہہ باشد کافر نیست و اگر بہ اعتبار سیّئہ بودنِ آں عناداً للشرع باشد کافر است۔

جواب از دوازدہم آں کہ کتابت قرآن در مصاحف بہ اعتبار ایں کہ در وقت آں حضرت نہ بود بدعت ہست و بہ اعتبار ایں کہ سنّت خلفاے راشدین نیز سنّت نامند سُنّت ہست۔

جواب از سیزدہم آں کہ اعرابِ قرآن بدعتِ حسنہ ہست کہ صحتِ قراءتِ عجمیان بل عربیانِ حال براں موقوف ہست لیکن جمع قرآن ظاہراً نہ بہ حکم کدام آیت قرآنی ہست و نہ بہ حکم کدام حدیث نبوّت پس بدعت باشد بہ یک معنی لیکن بدعتِ حسنہ چرا کہ مقصود ازاں ضبط و حفظ قرآن ہست از ضیاع و غلط۔

و در حسن بودن بعض بدعات شُبہہ نیست و اثبات آں از اکثر احادیث می تواں نمود مثل حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَهَا و تقیید بدعتِ مردود بہ بدعتِ ضلالت چناں کہ در حدیث ہست مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَالَّةً لَا يَرْضَاهُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ، الحدیث۔ وحدیثِ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا

هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. چه اناں مردود بودن بدعتے ثابت می شود که تعلقے به دین نه داشته باشد پس بدعتے که اصل آں از شرع ثابت باشد مثل اخذِ تسبیح و تراویح حسنه باشد، پس حکمے که از نص صریح قرآن و حدیث نه باشد بر دو قسم است: یکے به دلیلِ شرعی دیگر مثل اجماع و قیاس ثابت باشد یا اصلے شرعی داشته باشد آں خود هرگز بدعتِ سیئه نیست بلکه چوں به دلیل شرعی و به حکم کریمه اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. قواعد استنباط و غیر آں در دین داخل هست، در سنّت یا بدعت حَسَنه که در معنی سُنّت هست داخل باشد، بلکه به عمل آوردن بعضے بدعات حسنه فرض کفایه چناں که در کتب بسیار مصرح هست. من جمله آں "فتح المبین شرح اربعین امام نووی" هست، از شیخ ابن حجر هیتمی است که در وے در شرح حدیث خامس گفته:

قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا اُحْدِثَ وَخَالَفَ كِتَابًا اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَهُوَ الْبِدْعَةُ الضَّالَّةُ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ وَلَمْ يُخَالِفْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ الْبِدْعَةُ الْمَحْمُوْدَةُ.

وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ مُتَّفَقٌ عَلٰى نَدْبِهَا وَهِيَ مَا وَافَقَ شَيْئًا مِمَّا مَرَّ وَلَمْ يَلْزَمْ مِنْ فِعْلِهٖ مَحْذُوْرٌ شَرْعِيٌّ وَمِنْهَا مَا هُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ كَتَصْنِيْفِ الْعُلُوْمِ وَنَحْوِهَا فِيْمَا مَرَّ.

وَعَلٰى مَا قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ شَامَةَ شَيْخُ الْمُصَنِّفِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ. وَمِنْ اَحْسَنِ مَا ابْتُدِعَ فِيْ زَمَانِنَا مِمَّا يُفْعَلُ كُلَّ عَامٍ فِي الْيَوْمِ الْمُوَافِقِ لِيَوْمِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالْمَعْرُوْفِ وَاِظْهَارِ النِّعْمَةِ وَالسُّرُوْرِ فَاِنَّ ذٰلِكَ مَعَ مَا فِيْهِ مِنَ الْاِحْسَانِ اِلَى الْفُقَرَاءِ مُشْعِرٌ بِمُحَبَّتِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمِهٖ وَجَلَالَتِهٖ فِيْ قَلْبِ فَاعِلِ ذٰلِكَ وَشُكْرِ اللهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا مَنَّ مِنْ اِيْجَادِ رَسُوْلِهِ الَّذِيْ اَرْسَلَهٗ لِلْعَالَمِيْنَ رَحْمَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اِنْتَهٰى.

و قسم دوم آں که به دلیلے از ادلۂ شرعیہ ثابت نه شود و آں را اصلے شرعی نه باشد بدعتِ سیئه هست.

جواب از چهاردهم آں که عدم قول و فعل آنحضرت صلی الله علیه وسلم و صحابه دلیل عدم جواز نه می شود چه برائے حکم سلبی دلیل می باید، عدم علم برائے آں کفایت نه می کند و مع هذا هرگاه فعل را آنحضرت به عمل نیاورده باشند و خلفائے راشدین به عمل آورده باشند لازم آید که جواز و عدم جواز آں فعل، و بریں تقدیر بنیادِ اجماع و قیاس منهدم شود، چه احتیاج به طرف قیاس و اجماع در امور غیر منصوصه می باشد و هرگاه امور غیر منصوصه در ممنوعات کرده آید پس اجماع و قیاس لغو باشد.

تمام شد جواب چهارده مسائل که خاں صاحب مولوی رشید الدین خاں صاحب از مولوی اسماعیل استفسار نموده بود.

چہاردہ ۱۴ مسائل کا آزاد ترجمہ

اصل رسالہ میں جیساکہ ناظرین کے سامنے ہے پہلے چودہ استفسارات ہیں اور پھر نمبروار ان کے جوابات ہیں، اس صورت میں استفسار دیکھنے کے لئے ہر بار ورق پلٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، چوں کہ دوسرے کی تالیف میں تصرّف کرنا درست نہیں لہٰذا اصل کو بجنسہٖ نقل کر دیا۔ اب ترجمے میں برائے سہولت ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"علمائے اہلِ سنّت وجماعت سے اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھے چند مسئلے دریافت کئے جاتے ہیں۔

○ پہلا مسئلہ : شرعیات کی تہ تک پہنچنے کے لئے عقل وفکر سے بھی کام لیا جائے یا صرف نقل ہے؟

● جواب : شرعیات کے سمجھنے میں عقل وفکر کا دخل ضروری ہے، اگر عقل کو نقل پر مقدم نہ رکھا جائے تو اُن نصوص کے لئے جو بہ ظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متشابہہ آیات واحادیث کی تاویل کے لئے کوئی صورت اور سبیل نہ ہوگی، جیساکہ دُنیا کے آسمان کو اللہ کے آنے کا بیان حدیث میں ہے اور جیساکہ آیات مبارکہ اور دوسری روایات سے اللہ تعالیٰ کا امکانی صفات سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی جگہ لُغوی ترجمہ مراد نہیں ہے، جیسی سورۂ الضُحیٰ کی آیت ۷ ہے: "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی۔" اور سورۂ زُمَر کی آیت ۶۵ میں ہے: "اگر تو نے شریک مانا، اکارت جاویں گے تیرے کئے۔" اور سورۂ طٰہٰ کی آیت ۷۴ میں ہے: "نہ مَرے اس میں نہ جیوے۔" اور سورۂ نساء کی آیت ۹۳ میں ہے: "اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کے تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں۔" اور سورۂ نور کی آیت ۳: "بدکار مرد نہیں بیاہتا مگر عورت بدکار یا شریک والی اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شریک والا اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر۔" اور سورۂ اعراف کی آیت ۱۸۹ اور ۱۹۰: "وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے، اور اُسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا، حمل رہا ہلکا سا حمل، پھر چلتی گئی اُس سے، پھر جب بوجھل

ہوئی، دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو، اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں، پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا، ٹھہرانے لگے اس کے شریک اس کی بخشی چیز میں، سو اللہ اوپر ہے ان کے شریک بنانے سے۔" اوران کے علاوہ بہت دوسری آیات ہیں۔

○ دوسرا مسئلہ : ایمان داروں کی رائے کو شرعی حُسن میں دخل ہے یا نہیں، یعنی کسی امر میں ایمان والوں کی اتفاق رائے سے شرعی حُسن اور خوبی پیدا ہوتی ہے یا نہیں ؟

● جواب : ایسے مواقع پر جب ایمان والوں کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد کامل ایمان والے ہوتے ہیں اور کامل ایمان والوں کی رائے سے شرعی حُسن پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[1]: "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے"۔ لہٰذا متدین کی بڑی جماعت جس امر پر متفق ہو جائے، اس میں شرعی حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔

○ تیسرا مسئلہ : اجماع حجتِ قطعی ہے یا نہیں ؟

● جواب : اجماع حجتِ قطعی ہے، اصول کی کتابوں میں اس کی دلیلیں موجود ہیں۔

○ چوتھا مسئلہ : قیاس شرعی حجت ہے یا نہیں ؟

● جواب : چاروں اماموں کے نزدیک قیاس شرعی حجت ہے، اصول کی کتابوں میں کتاب و سنت سے اس کی دلیلیں مذکور ہیں۔

○ پانچواں مسئلہ : کتاب وسنت میں تاویل جائز ہے یا نہیں ؟

● جواب : ادلہ میں جو تعارض واقع ہوا ہے یا کتاب وسنت کا ظاہر عقل کے یا مقرراتِ شرعیہ کے خلاف واقع ہوا ہے یا ان دو وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو، اس کے رفع کرنے کے لئے کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

○ چھٹا مسئلہ : قبروں کو بوسہ دینا شرک اور کفر ہے یا نہیں ؟

● جواب : قبروں کو بوسہ دینا نہ شرک ہے نہ کفر ہے کیوں کہ اس مسئلے میں فقہا کا اختلاف ہے،

---

[1] حافظ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء القائمین بامر اللہ" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں اُن آیات و احادیث کی فصل میں جن سے حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بیان کیا ہے کہ حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کو مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے۔" حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

بعض نے اس سے منع کیا ہے اور بعض نے جائز کہا ہے، جس فعل کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہو اس میں شرک کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص شرک میں اور امر مشروع میں فرق نہ کرسکے کلام اس کے اسلام میں ہے۔ بھلا فقہا تک بات کیا پہنچے۔
اب جب کہ قبر کو بوسہ دینا اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ثابت ہوا، لہٰذا اگر کوئی متقی عالم وجہِ جواز کو ترجیح دے تو اس کے لئے بوسۂ قبر جائز ہے۔ یہی حکم اُن تمام روایات کا ہے جن میں اختلاف موجود ہے۔ جب حقیقت امر یہ ہو تو شرک اور کفر کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اور جو شخص شرک و کفر کا مدّعی ہو وہ دلیل پیش کرے۔[1]

○ ساتواں مسئلہ : جو شخص بدعتِ سیّئہ (بُری بدعت) کا فتوٰی دے، اس کو ضال و مُضل (خود گمراہ اور دوسرے کو گمراہ کرنے والا) کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

● جواب : جو شخص بدعتِ سیّئہ کا فتوٰی دے وہ ضال و مُضل ہے۔

○ آٹھواں مسئلہ : اگر کوئی شخص میّت کو ثواب پہنچانے کے لئے بدنی عبادت کرے، جیسے تلاوتِ قرآن مجید یا روزہ رکھنا، نماز پڑھنی، نوافل کا پڑھنا، کیا میّت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

● جواب : بدنی اعمال مثل تلاوتِ قرآن شریف، نماز، روزہ اور نفل جب کسی میّت کو ثواب پہنچانے کی نیّت سے کئے جائیں تو اُن کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے، دینی کتابوں میں اس معنی پر آیاتِ دالّہ بہت ہیں، ان میں سے شیخ جلال الدین سیوطی کا وہ بیان ہے جو کہ شرح صدور میں لکھا ہے، فرماتے ہیں:

فصل ۷ میّت کے لئے قرآن پڑھنے اور قبر پر تلاوت کرنے کے بیان میں

قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچنے میں سلف کا اختلاف ہے، تین اماموں کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے اور قبر پر پڑھنے کی مشروعیّت پر ہمارے اصحاب (شوافع) نے اور (ان) کے علاوہ دوسروں نے جزم کیا ہے (یعنی جائز ہے)۔

---

[1] واضح رہے دہلی کی جامع مسجد میں علماء کا جب اجتماع ہوا مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسٰی نے مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی سے کہا: تم ہمارے بڑوں اور اُستادوں کو بُرا کہتے ہو، مولانا اسماعیل نے کہا: میں ان کو بُرا نہیں کہتا ہوں۔ مولانا موسٰی نے کہا: تم ایسے مسائل بیان کرتے ہو جن سے ہمارے اُستادوں کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔ تم قبر کے بوسہ کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر قبر کو بوسہ دیتے تھے۔ مولانا رشید الدین خاں وہاں موجود تھے۔ انھوں نے استفتاء تحریر کرکے ان کے حوالے کیا اور انھوں نے جواب تحریر فرمایا۔

اور مشکات کی شرح میں ہے: قبروں پر قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یہی صحیح قول ہے۔ ابن ہمام نے اس کا ذکر کیا ہے، اور سراجیہ میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تجنیس میں ہے: اگر نماز پڑھی یا روزہ رکھا یا کچھ دیا، یا قربات (نیک کاموں) میں سے کوئی کام کیا تاکہ اس کا ثواب میت کو پہنچے، جائز ہے اور ثواب پہنچے گا۔ ایصال ثواب میں نیّت اور عمل کا اعتبار کیا جائے گا۔

نافلہ بدنی عبادات کے ثواب منتقل کرنے کا استنباط احادیث کثیرہ سے کیا جا سکتا ہے، جیساکہ دوسرے کی طرف سے حج کے جواز کی حدیث ہے، حج میں بدنیت کا پہلو مالیت کے پہلو سے غالب ہے اور جیساکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔

○ نواں مسئلہ: اجماع کا نقل کرنے والا ایک معتبر عالم ہو تو اُس کی نقل کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟

● جواب: اجماع کا نقل کرنے والا اگر ایک معتبر عالم ہے تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح احادیث و آثار اور اخبار میں ایک عادل کی روایت معتبر ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

○ دسواں مسئلہ: اَبدان سے جُدا ہونے والی روحوں میں شرعًا ادراک اور حِس ہوتی ہے یا نہیں؟

● جواب: جسموں سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعًا ادراک اور حس ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اپنی تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل" میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۴ ("اور نہ کہو جو کوئی مارا جاوے اللہ کی راہ میں، مُردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں") کے بیان میں فرماتے ہیں:

"یہ آیت شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور وہ اپنی ذات سے قائم ہیں، جو احساس بدن سے کیا جاتا ہے، وہ اُس سے مغایر ہیں، مرنے کے بعد بھی وہ ادراک کرتی ہیں، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک ہے۔ آیات و سُنن میں اسی طرح ہے اور شہداء کا ذکر جو خصوصیت سے کیا گیا ہے تو اُن کے تقرب الی اللہ، مزید شادمانی اور کرامت کی بنا ہے۔"

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ میّت لوگوں کی باتیں، زائرین کے پیروں کی چاپ اور ان کے جُوتوں کی چُرچُراہٹ سنتا ہے اور تلقین کرنے کی احادیث اور اموات کو خطاب کرنے کی احادیث کتب صحیحہ میں موجود ہیں۔ اور بَدر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کا فروں

سے خطاب کیا (بات کی) تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: آپ ان جسموں سے جن میں جان نہیں ہے کیا فرما رہے ہیں. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں اُن کی بہ نسبت تم زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

یہ روایت اموات کے سننے کے سلسلے میں واضح دلیل ہے۔

○ گیارھواں مسئلہ : بدعتِ سیئہ (بُری بدعت) کو اچھا سمجھنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں؟

● جواب : اگر بُری بدعت کو اچھا سمجھنے والا، فہم کی خرابی کی وجہ سے اُس بُرائی کو نہیں سمجھ سکا ہے جو اُس میں ہے یا اُس کو کوئی شبہہ ہو گیا ہے جس کی بِنا پر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہے تو وہ کافر نہیں ہے اور اگر وہ شریعت کی مخالفت اور عناد کی بِنا پر اس بُری بدعت کو اچھا سمجھ رہا ہے تو وہ کافر ہے۔

○ بارھواں مسئلہ : مصاحف میں کلامِ الٰہی کا لکھنا بدعت ہے یا نہیں ؟

● جواب : مصاحف میں کلامِ الٰہی کا لکھنا اس اعتبار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہ تھا، بدعت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ فعل خلفائے راشدین کی سنّت اور اُن کا طریقہ ہے، سنّت ہے کیوں کہ خلفائے راشدین کی سنّت کو بھی سنّت کہتے ہیں۔

○ تیرھواں مسئلہ : قرآن مجید میں حرکات کا لگانا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو اچھی ہے یا بُری؟ اور قرآن مجید کا جمع کرنا کس حکم سے ہوا، آیا قرآنی آیت کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، یا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے، لہٰذا بدعت ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہر وہ حکم جو قرآن مجید کے نص سے یا حدیث متین کے ظاہر سے نہ ہو۔ بدعت ہے یا نہیں ؟

● جواب : قرآن مجید میں حرکات کا لگانا اچھی بدعت ہے کیوں کہ عجمیوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحتِ قرارت کا مدار ان ہی حرکات پر ہے۔ اور قرآن مجید کا جمع کرنا نہ کسی آیت کے حکم سے ہے اور نہ کسی محکم حدیث کی وجہ سے ہے اور اس لحاظ سے قرآن مجید کا جمع کرنا بدعت ہے۔ اور وہ بدعتِ حسنہ ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے قرآن مجید غلطیوں سے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو گیا ہے۔

اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی حدیثوں سے کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ وارد ہے: "جو اچھا طریقہ رائج کرے گا اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔" اور وہ بدعت ہے جو مردود ہے، وہ بدعت مُقیّد ضلالت سے ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: "جس نے گمراہی کی بدعت نکالی کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا" (تا آخر حدیث) اور حدیث میں وارد ہے: "جو ہمارے اس امر میں ایسی بدعت نکالے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ رَدّ ہے۔" اس حدیث سے اس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے جیسے تسبیح اور تراویح (تسبیح سے مراد وہ تسبیح ہے جو برائے شمار استعمال کی جاتی ہے)۔

جو حکم قرآن یا حدیث کی صریح نص سے نہ ہو، وہ دو قسم پر ہے: ایک قسم وہ ہے جس کا اثبات کسی دوسری شرعی دلیل سے ہوتا ہو، مثلاً اجماع سے یا قیاس سے۔ اور اس کی کوئی شرعی اصل ہو، لہٰذا وہ ہرگز بدعتِ سیئہ نہیں ہے، کیوں کہ بہ وجہ کسی شرعی دلیل ہونے کے اور بہ وجہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ("آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا") کے استنباط کے قواعد اور ان کے علاوہ جو ہیں وہ سب دین میں داخل ہیں اور یہ سب سنّت میں یا بدعتِ حسنہ میں جو کہ سنّت کے معنی میں ہے، داخل ہیں بلکہ بعض اچھی بدعتیں فرضِ کفایہ ہیں، جیسا کہ کتابوں میں خوب ان کا بیان ہے (مثلاً علوم کا ضبط کرنا اور ان کو لکھنا)۔

ان کتابوں میں سے ایک کتاب امام نووی کی اربعین کی شرح ہے، اس کا نام 'فتح المبین' ہے، یہ شرح شیخ ابن حجر ہیتمی نے لکھی ہے، وہ پانچویں حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: جو نیا فعل کیا جائے اور وہ کتاب (قرآن مجید) یا سنّت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو، وہ بدعت ضالّہ ہے (گمراہ کرنے والی بدعت) اور جو فعل بھلائی کا نیا کیا جائے اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعتِ محمودہ ہے (تعریف کی گئی بدعت ہے یعنی اچھی بدعت ہے) اور اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اچھی بدعت مستحب ہے اور اچھی بدعت وہ ہے جو ان میں سے (کتاب، سنّت، اجماع، اثر میں سے) کسی سے موافق ہو اور اس کے کرنے سے محذورِ شرعی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، ان میں سے بعض فرضِ کفایہ ہیں،

جیسے علوم کی تصنیفات ہیں اس کی طرح اور امور ہیں۔

امام ابو شامہ جو کہ مصنف کے (ابن حجر ہیتمی کے) شیخ ہیں، کہتے ہیں:

ہمارے زمانے کی اچھی بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موافق دن میں صدقات اور عمدہ کام اور نعمت کا اظہار اور شادمانی کی جاتی ہے۔ ان امور سے اور فقراء و مساکین کے ساتھ نیکیاں کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت اور آپ کی تعظیم اور بڑائی کا پتہ چلتا ہے جو ان نیکیوں کے کرنے والے کے دل میں ہے اور ان امور کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے تمام عالمیان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اور سلام ان پر نازل کرے۔ انتہی۔

دوسری قسم وہ ہے جو شرعی دلیلوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو۔ یہ قسم بدعتِ سیئہ ہے یعنی بُری بدعت ہے۔

○ پندرھواں مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا نہ ہونا اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کا نہ ہونا، کسی قول یا فعل کے لئے عدمِ جواز کا سبب ہوتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں اور اجر حاصل کریں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول اور فعل کا نہ ہونا، کسی قول اور فعل کے لئے عدم جواز کی دلیل نہیں، سَلبی حکم کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا۔

البتہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فعل نہیں کیا ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے وہ فعل کیا ہو تو اس صورت میں جواز اور عدم جواز لازم آتا ہے اور اس تقدیر میں اجماع اور قیاس کی بنیاد مُنہدم ہو جاتی ہے، کیوں کہ قیاس اور اجماع کی ضرورت غیر منصوص امور میں ہُوا کرتی ہے اور جب ممنوعات میں امور منصوصہ کو لایا جائے تو اجماع اور قیاس لغو ہو جاتا ہے۔"

چودہ مسئلے تمام ہوئے جو خاں صاحب مولوی رشید الدین خاں صاحب نے مولوی اسماعیل سے دریافت کئے تھے۔

مراجع کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان"

نمبر شمار	نام کتاب و مؤلف ومطبع
۱	موضح قرآن : بامحاورہ اُردو ترجمہ کلام پاک از شاہ عبدالقادر
۲	جامع البیان فی تفسیر القرآن : از امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۱ھ
۳	الجامع لاحکام القرآن : از امام ابوعبداللہ محمد انصاری قرطبی، مطبوعہ دارالکتب مصر ۱۳۸۷ھ
۴	تفسیر الکشاف : از فخر خوارزم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری، مطبوعہ بہیہ مصر ۱۳۴۳ھ
۵	تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل : از قاضی ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بیضاوی، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۶ھ
۶	تفسیر القرآن العظیم : از عمادالدین ابوالفدا اسماعیل بن کثیر، مطبع کبری مصر ۱۳۵۶ھ
۷	تفسیر روح المعانی : از ابوعبداللہ شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی، میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ
۸	الدر المنثور فی التفسیر بالماثور : از امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، میمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ
۹	فتح البیان فی مقاصد القرآن : از سید صدیق حسن خان، میریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ
۱۰	تفسیر عزیزی : از شاہ عبدالعزیز مطبع حیدری بمبئی
۱۱	تفسیر مظہری : از قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ندوۃ المصنفین دہلی
۱۲	صحیح بخاری : مطبوعۂ مولانا احمد علی سہارنپوری در مطبع محمدی قدیم میرٹھ ۱۲۸۲ھ
۱۳	مُستدرک : از حاکم ابوعبداللہ محمد نیساپوری، دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۳۴ھ
۱۴	عیون الاثر : از حافظ فتح الدین ابوالفتح محمد معروف بہ ابن سید الناس، مکتبۃ قدسی مصر ۱۳۵۶ھ
۱۵	حصن حصین : از حافظ محمد ابن الجزری، مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ
۱۶	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ : از ابوالحسن علی نورالدین سمہودی، مؤید مصر ۱۳۲۶ھ
۱۷	ظفر الجلیل : از نواب قطب الدین خاں رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	شفاء السقام : از امام تقی الدین سبکی، ایشق استانبول ۱۳۹۶ھ
۱۹	تطہیر الفواد عن دنس الاعتقاد : از علامہ محمد بخیت مطیعی، ایشق استانبول ۱۳۹۶ھ
۲۰	جلاء القلوب وکشف للکروب : از علامہ عبدالغنی القاری، استانبول ۱۲۹۸ھ
۲۱	فیض الباری : از مولانا بدر عالم، خضر راہ بکڈپو، دیوبند ۱۹۸۰ء
۲۲	انوار الباری : از مولانا سید احمد بجنوری، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور
۲۳	کتاب الاذکار : از امام محی الدین نووی، مطبع خیریہ مصر ۱۳۲۳ھ
۲۴	الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم : از مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر، محمود المطابع دہلی ۱۳۰۷ھ

نمبر شمار	نام کتاب و مؤلف و مطبعہ
۲۵	فتح القدیر : از امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابنِ ہمام ، مکتبۂ تجاریہ مصر ۱۳۵۶ھ
۲۶	فتاویٰ عالمگیری : مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۳ھ
۲۷	ردّالمحتار : از شیخ محمد امین مشہور بہ ابنِ عابدین ، مطبعۃ العامرہ ۱۲۸۶ھ
۲۸	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ قسم العبادات : دارالکتب المصریہ ۱۳۴۹ھ
۲۹	اصول الفقہ : از شیخ محمد الخضری بک ، المکتبۃ التجاریہ ۱۳۸۹ھ
۳۰	تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ : از علامہ فضل حق خیرآبادی ، سرگودھا پاکستان ۱۳۹۹ھ
۳۱	رسالہ چہارده مسائل (قلمی) محفوظ در کتب خانۂ عاجز
۳۲	مقالۂ شیخ یوسف دیجوی : از مجلۂ ازہر نورالاسلام ج۴
۳۳	عوارف المعارف : از شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ، محرّرہ ۱۰۶۲ھ
۳۴	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ : از ابنِ حجر عسقلانی ، مطبوعۂ کلکتہ ۱۸۷۳ء
۳۵	تاریخ الامم والملوک : از امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ، الاستقامہ ، مصر ۱۳۵۸ھ
۳۶	تاریخ الخلفاء : از جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی ، حلبی مصر ۱۳۰۵ھ
۳۷	تاریخ الائمہ : از میر محبوب علی ، قلمی محرّرہ ۱۲۵۱ھ
۳۸	شذرات الذہب : از ابوالفلاح عبدالحی ابن العماد ، مکتبہ تجاریہ کبریٰ بیروت
۳۹	ابجد العلوم : از سید صدیق حسن خاں ، مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ
۴۰	سید احمد شہید : از غلام رسول مہر ، کتاب منزل ، لاہور ۱۹۵۳ء
۴۱	سیرت سید احمد شہید : از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ، مجلس تحقیقات لکھنؤ ۱۳۹۷ھ
۴۲	نزہۃ الخواطر : از مولانا سید عبدالحی ، مطبوعہ دائرۃ المعارف ، حیدرآباد دکن ۱۳۸۲ھ
۴۳	شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان : از مولانا حکیم محمد احمد برکاتی ، لاہور ۱۹۷۶ء
۴۴	فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون : برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء
۴۵	العلامہ فضل حق الخیرآبادی : قلمی ، حیدرآباد دکن
۴۶	تاریخ تناولیان از سید مراد علی ، مکتبۂ قادریہ لاہور ۱۳۹۵ھ
۴۷	تذکرۂ حضرت شاہ اسماعیل شہید : از مولانا نسیم احمد فریدی ، الفرقان لکھنؤ ۱۹۷۷ء
۴۸	شاہ اسماعیل شہید : از مولانا محمد منظور نعمانی ، الفرقان لکھنؤ
۴۹	شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک یعنی حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ
۵۰	مجاہدِ ملت کا حرف حقانیت : از مولانا محمد عاشق الرحمٰن ، مکتبہ الحبیب الہ آباد ۱۴۰۱ھ

نمبر شمار — نام کتاب و مؤلف و مطبع

۵۱ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک : از مسعود عالم ندوی ، مکتبہ اسلامی دہلی

۵۲ تذکرۃ الخلیل : از مولانا عاشق الٰہی ، اشاعۃ العلوم، سہارنپور ۱۳۹۵ھ

۵۳ بیس بڑے مسلمان : مکتبۂ رشیدیہ، لاہور ۱۹۷۰ء

۵۴ تواریخِ عجیبہ : از جعفر تھانیسری

۵۵ ارواحِ ثلاثہ : امداد الغربا، سہارنپور ۱۳۷۰ء

۵۶ رسالہ ردِّ روافض : از حضرت مجدّد قدّس سرّہٗ (قلمی)

۵۷ التوسّل : از مفتی عبدالقیوّم قادری ہزاروی ، مکتبہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۳۹۹ھ

۵۸ خلاصہ ترجمہ شرح الصّدور : از شاہ مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ اسلام آبادی ، کالی مسجد دہلی ۱۳۶۸ھ

۵۹ الصّواعق الالٰہیہ : از علاّمہ سلیمان نجدی ، ایشیق استانبول ۱۳۹۵ھ

۶۰ التوسّل بالنّبی و جہلۃ الوہابیّین : علاّمہ ابوحامد بن مرزوق ، ایشیق استانبول ۶ ۱۳ھ

۶۱ سیف الجبّار : از مولانا فضل رسول بدایونی ، آگرہ ۱۲۹۳ھ

۶۲ انوار آفتاب صداقت : از قاضی فضل احمد لدھیانوی ، کشمیری بازار لاہور ۳۸

۶۳ دُنیائے اسلام کے اسبابِ زوال : حسنین رضا ، لاہور ۱۳۹۹ھ

۶۴ امتیاز حق : از راجا غلام محمد، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ

۶۵ الاقتصاد فی مسائل الجہاد : از مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری ، وکٹوریہ پریس

۶۶ انتباہ المؤمنین

۶۷ التّحقیق الجدید : از مولانا حکیم عبدالشکور مرزاپوری ، مجیدی کانپور ۱۹۳۱ء

۶۸ رسالہ عبداللہ پسر محمد بن عبدالوہاب (قلمی)

۶۹ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب : از فاضل محی الدین احمد

۷۰ سوانح احمدی : از جعفر تھانیسری

۷۱ کالاپانی — یعنی تواریخ عجیب } نفیس اکاڈمی کراچی ۱۹۶۹ء

۷۲ مکتوبات سیّد احمد شہید } نفیس اکاڈمی کراچی ۱۹۶۹ء

۷۳ ہندستانی مسلم سیاست پر ایک نظر : از ڈاکٹر محمد اشرف ، مطبوعہ کوہ نور پریس دہلی ۱۹۶۳ء

۷۴ بیان اللّسان : از مولانا قاضی زین العابدین سجّاد ، مکتبۂ علمیہ میرٹھ ۱۹۶۴ء

۷۵ مختار الصّحاح : از امام محمد بن ابی بکر الرّازی ، مطبوعہ وزارۃ المعارف مصریہ مطبعہ میریہ ۱۳۴۰ھ

جشنِ ولادتِ باسعادت کے متعلق
شرعی فیصلہ

از شیخ الطریقت حضرت علامہ الحاج شاہ ابوالحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ :

" آنحضرت سردارِ دوعالم شفیع المذنبین رحمۃٌ للعالمین سیدنا و سیّد اولادِ بنی آدم حضرت مُحمّد مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت باسعادت ۱۲ر ربیع الاوّل کو کچھ لوگ خوشی کے اظہار کے لئے جلوس نکالتے ہیں جس میں نعتیہ کلام اور مناجات پڑھتے ہوئے جلوس کے ساتھ چلتے ہیں اور کچھ لوگ عربی لباس میں اونٹوں پر اور کچھ گھوڑوں پر چلتے ہیں اور منتظمین مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ آج کے دن خوشی کا اظہار کریں اور چراغاں کریں اور غرباء کو صدقات تقسیم کریں۔ اس مسئلہ میں جناب کیا فرماتے ہیں۔ کیا یہ خلافِ شرع امر ہے، یا بدعت ہے اور اگر بدعت ہے تو بدعتِ حَسَنہ یا غیر حَسَنہ، اور کیا اس سے بوجہ شرکت کوئی گناہ لازم آتا ہے اور کیا ہمارے ائمہ نے اس امر سے منع فرمایا ہے ؟"

براہِ کرم جواب فقہ یا احادیث شریف کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائلین : سیّد ارشاد علی ، زبیر احمد، حاجی سعید، سیّد اشتیاق علی، محبوب شاہ، شریف پالش والے، طاہر الحسن، شاہ قمر الدین، اکرم قادری، مرزا عثمان آزاد، حکیم ابوالفتح، سیّد امتیاز علی، مولانا نواب الدین۔

۳ر ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ر فروری ۱۹۷۸ء ہفتہ

الجواب واللہ الهادی للصّواب

سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مُبارک دن اللہ تعالیٰ کے کمالات کے اظہار کا عظیم دِن ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی سعادت دینی یا دُنیوی ملی ہے وہ اسی دن کے طفیل ملی ہے۔ یہ مبارک دن تمام عالمِ اسلام کے واسطے مسرّت اور شادمانی و خوشی کا دِن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ترجمہ) "ایمان والوں پر اللہ نے احسان کیا کہ اُنہی میں کا رسول اُن میں بھیجا۔" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (ترجمہ) "اے حبیب کہدو: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ان کو چاہئے کہ خوشی منائیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اللہ کا فضل و رحمت ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے فضل و رحمت

پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس مبارک دن میں اپنی خوشی کا اظہار کریں۔

اظہارِ مسرّت کے واسطے ہر اُس طریقے کو کہ اس میں شرعی قباحت نہ ہو، استعمال کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "دنیوی کاموں کو تم خوب جانتے ہو۔" لہٰذا اس سلسلے میں علماء سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتنا خیال رہے کہ غیر شرعی کام ہرگز شامل نہ ہوں، مثلاً طوائف کا ناچ یا شراب پینی پلانی۔

ایسے مُباح کاموں میں شرعی بدعت اور غیر بدعت اور ثواب و عذاب کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بچے کو گھوڑے پر سوار کر کے گھُماتا ہے، کوئی دولھا کو سجی ہوئی موٹر میں پھراتا ہے، کوئی پھول نچھاور کرتا ہے، کوئی روپیہ لُٹاتا ہے اور اس میں قباحت نہیں اگر اسراف کا پہلو نہ نکلے ایسے مقام میں بدعت اور غیر بدعت کی بحث بیکار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک انصاریہ لڑکی تھی، انھوں نے اس کا نکاح اس کے کسی رشتے دار سے کر دیا۔ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا لڑکی کو بھیج دیا؟ جب جواب میں "ہاں" کہا گیا، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے کسی گانے والے کو ساتھ بھیجا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہ جواب "نہیں" کہا۔ آپ نے ارشاد کیا: انصار کی برادری غزل پسند کرتی ہے۔ اگر تم لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیج دیتیں کہ وہ اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ الخ پڑھتا ساتھ جاتا۔ از مشکات

یہ امر مباح تھا اور اہلِ مدینہ میں اس کا رواج تھا اور خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ ثواب و عذاب سے بحث نہیں فرمائی۔

سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جشنِ ولادت کے مبارک موقع پر اتنا خیال ضرور رہے کہ مسرّت اور شادمانی کی تقریب اس مبارک ذات کی ہے جس کے ذکر کو ربّ العزّت نے رفعت دی ہے۔ وہ فرماتا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ترجمہ "اے حبیب تیرا ذِکر اونچا کیا۔" کیا انبیا اور کیا فرشتے سب میں آپ کا نام بلند ہے، سب سے آپ کا ذکر ارفع ہے۔ اس مبارک جشن کے منتظمین کو چاہئے کہ اس رفعتِ ذکر کی جھلک ان کے کردار میں پائی جائے۔ کسی کی زبان پر درود شریف جاری رہے، کوئی اپنی آنکھوں سے عقیدت و محبت کے موتی برسائے۔

اے نیک بختو! اللہ تم کو توفیق دے کہ تم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کو خوب رفعت دو، آپ کی ولادت باسعادت کا دِل کھول کر چرچا کرو اور اس بات کی کوشش کرو کہ اس مبارک دن کی خوشی میں ہماری حکومت بھی شریک ہو اور وہ اس دن کو تمام ہندوستان میں خوشی کا دِن تسلیم کر کے چھٹی کا اعلان کر دے۔

زید ابو الحسن فاروقی

دوشنبہ ۱۳ر فروری ۱۹۷۸ء درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر، شاہ ابو الخیر مارگ، دہلی ۶